لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

دین کا ایوان ایک خاص تناسب پر قائم ہے

ہمارا حال یہ ہے کہ بعض اوقات بعض مباحات کے استعمال میں احتیاط برتتے ہیں کہ یہ ہماری وضع کے خلاف ہے لیکن بے تکلف ایک مسلمان کی پردہ دری کریں گے افساد ذات البین اور تفریق بین المسلمین میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، اس میں کوئی حرج نہیں کہ دو ذمہ داروں کو ایک دوسرے سے لڑا دیں، کسی ادارے کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں، جن چیزوں کی حرمت منصوص ہے مثلاً غیبت، چغل خوری، اتہام، دروغ بافی، وہ ہماری مجلسوں میں دن رات ہوگی، یہ کیا ہے بس ظاہرداری خدا کے یہاں نہیں چلتی، وہ عالم السرائر وعالم الغیب ہے، وہ ظاہر سے دھوکہ نہیں کھاتا، خیانت حرام، کام چوری حرام، پیسہ لینا اور کام نہ کرنا حرام، مسلمان کی توہین اور عالم کی تذلیل حرام، بے تحقیق و بے ثبوت بات کہنا یا سن کر اس کو فوراً مان لینا اور اس کی اشاعت کرنا حرام، حدیث میں آتا ہے:۔

"انسان کے جھوٹے ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو کچھ اس کے کان میں پڑے وہ اس کا چرچا کرنا شروع کردے۔"

قرآن شریف میں آگاہی دی گئی ہے:۔ "مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔"

یہ سب منصوصات قطعی ہیں لیکن ہمارے صحیفۂ اخلاق اور ہمارے اصول وضوابط میں ان کی کوئی اہمیت نہیں، ہمیں انھیں مراتب کے ساتھ اور اس ترتیب و تناسب کے ساتھ جو خدا اور اس کے رسولؐ نے قائم کی ہے شریعت کے احکام اور دین کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہئے، محرمات، مکروہات، مستحبات اور مباحات سب کا درجہ الگ الگ ہے، ہم ایک عرفی دین کے پابند ہو گئے ہیں، اور جو چیزیں ہمارے عرف میں ناپسندیدہ اور قابل نفرت نہیں ہیں، ہم بے تکلف ان چیزوں کا ارتکاب کر لیتے ہیں، جن سے بعض اوقات پوری ملت کو نقصان پہونچتا ہے، جن سے اداروں کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی ہے، جن سے ایک متحد اور ہم مسلک جماعت میں سخت انتشار پیدا ہو جاتا ہے، اور اس سے ان تمام مقاصد اور پورے مسلک کو نقصان پہونچتا ہے، جن کی یہ جماعت حامل اور داعی اور ان کی ایک علامت بن گئی ہے یہ عمارت جو آپ دیکھ رہے ہیں، ایک تناسب پر قائم ہے اگر یہ تناسب ختم کر دیا جائے تو یہ عمارت قائم نہیں رہ سکتی، دین کا ایوان بھی خاص تناسب پر قائم ہے وہ بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

ماخوذ:۔ حالات کا نیا رخ اور علمائے دین کی ذمہ داریاں

فی شمارہ ۵ روپے

سالانہ سو روپے

۲۵ اپریل ۱۹۹۶ء

Regd No. LW/NP56

Fax No. : (0522) 380570

Principal 372336

Guest House : 32-38-04 Ext. 20

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs. 5/-

اظہار احمد اینڈ سنس

IZHAR AHMAD & SONS

PERFUMERS

TRADE MARK

CHOWK - LUCKNOW

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبو دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی

ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

خط وکتابت کا پتہ

فون:۔ 268898

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

مئو کے اصلی نورانی تیل کی خاص پہچان

لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 اور کیپ کے اوپر MAU CITY ہے تب اصلی ہے اگر یہ دونوں پہچان نہ ہو تو نقلی ہے۔

نورانی تیل

درد۔ زخم۔ چوٹ۔ کٹنے جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن یوپی

چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے

AUTO REFRCCTO METER AR-860

فوٹو کرامک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزین لینس، فینسی اور دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

۲۹۲۲
۱۲۲۷۸۹

پندرہ روزہ
تعمیر حیات
لکھنؤ

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۴	۲۵ اپریل ۱۹۹۷ء ـ مطابق ـ ۱۷ ذی الحجہ	۱۴۱۷ھ	شمارہ نمبر ۱۲

زیر نگرانی :-
مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)
مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس صاحب ندوی (معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء)
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء)
پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

مدیر مسئول :-
شمس الحق ندوی

مجلس ادارت :-
مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبد الرحمن ندوی، ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون
سالانہ ـــــ ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ـــــ پانچ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک :-
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
ـــــ ۲۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک :-
بحری ڈاک جملہ ـــــ ۱۰ ڈالر

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

گزارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ ـــــ مینجر

خط و کتابت کا پتہ
مینجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا
حامد

درس حدیث

سب سے افضل عمل

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز ٹیچرس ٹریننگ کالج حائل سعودیہ
ترجمہ ـــــ شمس الحق ندوی

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أن رجلاً سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم أی الأعمال أفضل؟ قال: الصلوٰۃ لوقتها وبر الوالدین ثم الجهاد فی سبیل اللہ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا، والدین کے ساتھ حسن سلوک، اس کے بعد راہ خدا میں جہاد سب سے افضل عمل ہے۔

یہ حدیث عہد رسالت میں مدینہ منورہ کے معاشرہ کی ایک جھلک پیش کرتی ہے جو برابر ترقی کر رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں ہر اگلے دن نئی نئی اقدار اور بلند معانی حاصل کرتا جا رہا ہے، یہ بلند معانی بعض وقت ان سوالات کے ذریعہ حاصل ہوتے تھے جو آپ سے کئے جاتے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: نماز کا اس کے وقت پر ادا کرنا والدین کے ساتھ حسن سلوک، ان دونوں کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا زیادہ افضل ہے۔

نماز کا اس کے وقت پر ادا کرنا بندۂ مومن کے دل میں ایمان کے جاگزیں ہونے پر دلالت کرتا ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نماز کا اس کے وقت پر ادا کرنا) اس پابندیٔ نماز سے ہی بندۂ مومن کے اخلاق اور دینداری کا پتہ چلتا ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے پابند شخص کو ان سات قسم کے خوش نصیبوں میں شمار فرمایا ہے جو قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوں گے جس دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا، آپ کے اس ارشاد سے نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنے کا صاف اور واضح حکم معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ نماز کا اس کے وقت پر ادا کرنا مومن کو پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

ظاہر و باطن کے اعتبار سے بھی اور جسم و عقل اور روح کے اعتبار سے بھی اس طرح نماز اس کو قلب و جسم کے میل سے پاک کر دیتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ "بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر ہو وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو تم کیا کہو گے کیا پانچ مرتبہ غسل کرنے سے اس کے جسم پر کچھ میل باقی رہ جائے گا؟ لوگوں نے کہا، نہیں! اس پر ذرا بھی میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ نے فرمایا: یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے"۔[1]

معلوم ہوا کہ نماز فکری، جسمانی حتیٰ کہ اخلاقی غلطیوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اس غلطی کا ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

"أَقِمِ الصَّلوٰةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ"

اور دن کے دونوں سروں (یعنی صبح اور شام کے اوقات میں) اور رات کی چند (پہلی) ساعات میں نماز پڑھا کرو کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ (سورہ ہود ۱۱۴) اس شخص نے کہا اللہ کے رسول کیا یہ ہمارے ہی لئے ہے؟ آپ نے فرمایا (ہماری پوری امت کے لئے ہے)۔[2]

نماز اللہ سے تعلق و ربط کا زبردست وسیلہ ہے جو بندۂ مومن کو اچھی اخلاقی قدروں، مثالی کردار اور خیر کے طریقوں پر آمادہ کرتی ہے، برائی اور فحش کاموں سے روکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"إِنَّ الصَّلوٰةَ تَنْهىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ"[3]

کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے اور خدا کا ذکر بڑا (اچھا کام) ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس کو جانتا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (إن الصلوٰۃ تنهی عن الفحشاء)

باقی ص پر

[1] صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ الخمس کفارہ۔
[2] بخاری۔ [3] عنکبوت ـ ۴۵ ـ

(باقی ص ۲۸ پر)

اس شمارے میں

١۔	درس حدیث	ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی	٢
٢۔	قیادتوں کی کثرت (اداریہ)	ع۔ع۔ن	٥
٣۔	شمع یقیں	عطار عابدی	٦
٤۔	اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی	٧
٥۔	شمع توحید ورسالت	مجیب بستوی	١٢
٦۔	مسلمانوں کا اختلاف وانتشار	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	١٣
٧۔	جمہوریت، اور ترقی پسندی	مولانا سید واضح رشید ندوی	١٤
٨۔	چیچنیا کے نئے صدر....	مسعود حسن حسنی	١٦
٩۔	علمائے ہند کی خدمات	مولانا برہان الدین سنبھلی	١٧
١٠۔	حاجی حج کے بعد	مولانا محمد ناظم ندوی	٢٠
١١۔	جامعہ اسلامیہ قلندر پور	شمس الحق ندوی	٢٢
١٢۔	علامہ حکیم سید عبدالحیؒ	جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی	٢٣
١٣۔	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	٢٦
١٤۔	مطالعہ کی میز پر	ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی	٢٧
١٥	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	٣١

شرائط ایجنسی

١۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

٢۔ فی کاپی ۱۰/ روپئے کے حساب سے زر ضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔

٣۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

١۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر R. 20/=

٢۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

٣۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH -(K.S.A.)

برطانیہ
Mr. M. AKRAM NADWI
O.c.I.S.
St. CROSS COLLEGE
Oxford OX1 3TU - U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

قطر
Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

دبئی
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI -(U.A.E.)

پاکستان
Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (Pakistan)

امریکہ
Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 -(U.S.A.)

اداریہ

ع۔ع۔ن

قیادتوں کی کثرت

یہ خیال کہ مسلمان سب کے سب بے راہ ہو گئے ہیں، ان کو دین کی پرواہ نہیں ہے۔ ان میں مخلص اور سچے لوگ نہیں رہے، بڑی بے انصافی کی بات ہے، ہاں یہ سچ ہے کہ ایسے لوگ کم ہیں، مگر یہ بھی کوئی نئی بات نہیں ہے، ہر زمانہ میں اچھے اور سچے لوگ کم رہے ہیں، اللہ کی وسیع دنیا میں اب بھی ہزار ہا ہزار ایسے لوگ موجود ہیں جو "رُبَّ أَشْعَثَ أَغْبَرَ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ" کے مصداق ہیں (کچھ ایسے بھی پراگندہ حال دیکھنے میں، میلے کچیلے ہیں اگر (کسی بات پر) قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم سچی کر دکھا دیتا ہے یعنی ان کی قسم کی لاج رکھ لیتا ہے۔

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو

سچ ہے کہ ایسے لوگ کثرت سے نہیں بلکہ خال خال نظر آتے ہیں، مگر ان سے دنیا خالی نہیں رہی ہے، اور جس قوم میں نظر آتے ہیں وہ رسول صادق و امین (ابانا وامہاتنا) کی قوم، امت اسلامیہ ہے، ان میں قربانیاں دینے والے، اللہ کی رضا میں اپنی متاع حیات لٹا دینے والے، جان مال، گھر بار، عزت وآبرو سب کچھ نچھاور کرنے والے ہر زمانے میں رہے ہیں، اور آج بھی ہیں، ایسے لوگوں کا تعداد میں کم ہونا بھی کوئی وقتی حادثہ نہیں ہے بلکہ خالق نے خود اس حقیقت کی نشاندہی کردی ہے:

قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۔ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۔ وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا ۔

اور یہی قلیل تعداد کے شکر وذکر کرنے والے بقول حضرت عیسی علیہ السلام کے زمین کا نمک ہیں۔ انہی سے دنیا قائم اور انہی کے لئے دنیا باقی ہے لیکن اس حقیقت کو بھی کوئی فراموش نہیں کرسکتا کہ پچھلے زمانوں میں اس طرح کے لوگوں کی تعداد کم تھی تو اب کمتر رہ گئی ہے، شر پسندوں اور منکرین کی تعداد پہلے اگر زیادہ تھی تو اب زیادہ تر ہوگئی ہے، تناسب خیر وشر کے درمیان پہلے جیسا نہیں رہا اب زیادہ بگڑ گیا ہے، اس تناسب کے بگڑنے کا سبب افراد امت ہیں یا قائدین ملت؟۔

عام طور سے کہا جاتا ہے کہ مسلمان بے سری فوج ہیں، یہ قوم صحیح قیادت سے محروم ہے، خاص طور ہندوستانی مسلمانوں کے متعلق اکثر پڑھے لکھے اور سمجھدار لوگ کہتے ہیں کہ ان کے اندر قیادت کا فقدان ہے، ابھی حال میں ایک سیاسی دینی شخصیت کا یہ ارشاد سنا کہ یہاں قیادت کی کمی نہیں، عوام کی طرف سے "سمع وطاعت" کی کمی ہے غالباً ان صاحب کا مطلب یہ ہوگا کہ عوام میں دنیاداری اس درجہ آگئی ہے کہ ان کے اندر ملی شعور کا احساس نہیں رہا، "مغرب کا دجالی فتنہ" ان پر غالب آگیا ہے۔ ورنہ قائد تو موجود ہے!!

راقم آثم کا مشاہدہ اس کے برخلاف ہے، اس کی نظر میں قائدوں کی کمی نہیں بلکہ قائدوں کا ہجوم زیادہ ہوگیا ہے اور استبداد کل ذی رأی برأیہ دہر صاحب رائے کا اپنی رائے پر اصرار) تفرقہ کا سبب ہے، مثلاً اتحاد کی دعوت سب دیتے ہیں، آیت کریمہ "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا" کو بنیاد بناکر وعظ اسب کرتے ہیں، دنیا کے تجربات اور قوموں کے عروج وزوال کا راز اتحاد وعدم اتحاد بتاتے ہیں۔ معقول ومنقول ہر طرح کے دلائل پیش کرتے یا کرسکتے ہیں۔ مگر بجائے اس کے کہ کسی ایسی جماعت کو اپنی خدمت کا میدان بنائیں جو پہلے سے وحدت کلمہ کی داعی ہے، ایک نیا گروہ قائم کر لیتے ہیں۔ اتحاد کی دعوت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے جھنڈے کے نیچے، میری قیادت کے تحت آجاؤ اور اس صراط پر گامزن ہوجاؤ جو میرے نظریات کی طرف مستقیم

ہے!! ایک وقت میں ایک ملک کے اندر، ایک مذہب کے ماننے والوں کے درمیان ایسی جماعتوں کا تعدد ایک المیہ ہے۔ اور اس سے بڑھ کر المیہ یہ ہے کہ یہ سبھی مخلص ہیں، مگر دوسرے مخلصین کے ساتھ نہیں چل سکتے' ان کو اپنے وجود کے سامنے دوسرا وجود نظر نہیں آتا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پوری امت اسلامیہ میں تفرقہ ہے ٹکڑوں ٹکڑوں میں بٹ گئی ہے۔ ہر حزب (جماعت) کے اندر اس کا مخالف گروہ موجود ہے، اور اس گروہ میں بھی پارٹیاں ہیں۔ ایک جماعت کے سربراہ بزرگ کا یہ ارشاد نظر سے گزرا تھا کہ ہم تو کب سے اتحاد کی دعوت دے رہے ہیں مگر آج تک فلاں فلاں صاحبان ہم سے جدا ہیں، گویا ان کا مطلب یہ تھا کہ ادھر وہ اذان وحدت دیتے ادھر سب کا فرض تھا کہ ان کے گروہ میں شریک ہو کر ان کی قیادت پر ایمان لے آتے، اور اس طرح اتحاد کی نعمت سے امت بہرہ مند ہو جاتی۔ مگر اس کے ساتھ یہ حقیقت فراموش کر دی جاتی ہے کہ اسی طرح جماعت سازی اور اتحاد و اتفاق کی دعوت دوسرے بھی دے سکتے ہیں اور دے رہے ہیں آج آپ دیکھ لیں کہ اس ملک میں جہاں مسلمانوں کے وجود اسلامی کو ہر طرف سے خطرہ ہے، عالمی پیمانے پر سازشیں ہیں مگر "آل انڈیا" پیمانے پر کام کرنے والی کتنی جماعتیں موجود ہیں جن کا قبلہ ایک ہی رخ پر ہے۔ نام لیا جائے تو شکایت ہوگی، ہم میں سے ہر واقف کار جانتا ہے مسلمانوں کی ثقافتی و دینی تنظیمات اور علمی و تہذیبی مراکز تفرقہ سے دوچار ہیں، اتحاد کی دعوت کا کون منکر ہے بلکہ کون سی ایسی جماعت ہے جس کا نعرہ اتحاد کا نعرہ نہیں ہے مگر اتحاد کا مفہوم سب کے نزدیک یہ ہے کہ میری پارٹی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ والی اللہ المشتکیٰ۔

شمعِ یقین

عطا عابدی

غم نہیں ٹوٹ جائیں سہارے سبھی اک خدا کا سہارا ہے کافی ہمیں
دین و دنیا کی دولت ہو قدموں تلے کُن کا ادنیٰ اشارا ہے کافی ہمیں

چاند تاروں سے اب کوئی رغبت نہیں، پھول جیسے یہ چہرے لبھائیں گے کیا
نزہتِ دل سکونِ نظر کے لیے جلوۂ گنبد کا نظارا ہے کافی ہمیں

ڈگمگائیں قدم اپنے ممکن نہیں، چاہے کتنی ہی دشواریاں کیوں نہ ہوں
جلوۂ زیست میں رہبری کے لیے ان کا حسنِ دلآرا ہے کافی ہمیں

ناخدا اور پتوار کوئی نہیں اور کشتی ہماری ہے ٹوٹی ہوئی
ایسے عالم میں بھی مطمئن سے ہیں ہم، اپنا ایماں سہارا ہے کافی ہمیں

کتنا آسان ہے رستہ اسلام کا، غیر کی سجدہ گاہوں کے بدلے عطاؔ
بارگاہِ خداوندِ قدوس میں، ایک سجدہ ہمارا ہے کافی ہمیں

ہماری کوئی برانچ نہیں
بفضلہ
بہترین مٹھائیوں اور بیکری مصنوعات سے
وابستہ نام — سلیمان عثمان
چند خاص مصنوعات: افلاطون، ڈرائی فروٹ برفی، ڈرائی ڈیٹ برفی
انجیر پاک، اخروٹ پاک، انڈا پاک، بادام کا زعفرانی حلوہ، بادامی حلوہ،
سوہن حلوہ، بادامی سوہن حلوہ، کاجو کتلی، کاجو رول، پلم کیک...
ان کے علاوہ کاجو بسکٹ اور دیگر قسم کے بسکٹ خستہ نان خطائیاں۔
شیریں رواج، شیریں مزاج
سُلیمان عثمان مِٹھائی والے
٣٤٥٠٠٥٩، ٣٤٥٧٩٦٦ ... ٣٤١٧٨٤٢
Fax: 009122-8341635 Telex: 011-79341 BARI IN

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

جنوبی ہند کی معروف دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے استاد مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی کی تصنیف کردہ کتاب "سیرت ٹیپو سلطان شہیدؒ" کے رسم اجرا کی مناسبت سے ذمہ داران جامعہ کی خصوصی دعوت پر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ ۹ر مارچ ۱۹۹۶ء کو بھٹکل تشریف لے گئے۔ اس موقع پر حضرت مولانا نے اپنے تاریخی ذوق اور تاریخ اسلام کے مطالعہ کی روشنی میں ایک تاریخ ساز اور اہم تقریر کرتے ہوئے ٹیپو سلطان کی دینی حمیت، فراستِ ایمانی، شجاعت، استقامت، شوقِ شہادت، اور سیاسی بصیرت کا تذکرہ فرمایا، اور ان کی سیرت پر لکھی گئی کتاب کو فال نیک قرار دیا، اور مصنف کو مبارکباد بھی دی۔ اس جلسہ میں نائب ناظم ندوۃ العلماء مولانا معین اللہ صاحب ندوی، مولانا عبدالکریم پاریکھ، پروفیسر ال شیخ علی، جناب ایس، ایم، یحییٰ، سابق وزیر کرناٹک، ڈاکٹر عبدالکریم، مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری استاد ندوۃ العلماء، جناب کی، اے، خلیل الرحمٰن صدر انجمن حامیٔ مسلمین بھٹکل، کے علاوہ عوام و خواص کے ایک بڑے مجمع نے شرکت کی۔

افادۂ عام کی غرض سے ہم حضرت مولانا کی یہ تقریر جسے مولوی فیصل احمد ندوی بھٹکلی نے ٹیپ سے نقل کیا اور جس کو مولانا نذر الحفیظ ندوی کی اصلاح و ترتیب کے بعد شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

حضرات! آپ میں سے بہت سے حضرات کو اس کا علم ہوگا کہ تاریخ نویسی میرا خاندانی موضوع بلکہ میراث ہے ہندوستان ہی نہیں! عالم اسلام کے ایک عظیم مؤرخ مولانا سید عبدالحئیؒ نے پہلی صدی ہجری سے لیکر اپنی وفات کے وقت تک (۱۹۲۳ء) ہندوستان کے ساڑھے تین ہزار مشاہیر کا تذکرہ لکھا، اس سے پہلے ان کے والد ماجد مولانا حکیم سید فخر الدین خیالیؒ نے "مہر جہاں تاب" لکھی۔ تاریخ اسلام اور تاریخ اسلام میں اعیان اسلام فاتحین عظام، کشور کشا اور ملک کی قسمت بدل دینے والے اسلامی فاتحین کی تاریخ ہمارا خاص موضوع رہی، اس سلسلہ میں بعض اسلامی ملکوں کے فاتحین کے تذکرے ہم نے پیش بھی کئے۔ خاص طور سے سلطان صلاح الدین ایوبی کے کارناموں کا تذکرہ ہم نے اپنی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" کے پہلے حصہ میں لکھا۔ وہی سلطان صلاح الدین ایوبی جنھوں نے بیت المقدس کو بازیاب کیا اور صلیبیوں کو شکست دی، پھر الظاہر بیبرس اور سیف الدین قطز نے ان تاتاریوں کو شکست دی جن کے متعلق یہ بات ضرب المثل بن چکی تھی کہ اگر تم سے کہا جائے کہ تاتاریوں کو شکست ہو گئی تو اس کو نہ ماننا۔ لیکن یہ تاتاری نہ صرف شکست کھا گئے بلکہ پوری تاتاری قوم مسلمان ہو گئی اور سو فیصدی اسلام میں داخل ہو گئی۔

حضرات! شام کے فاتح حضرت ابو عبیدہ و خالد بن ولید، عراق کے فاتح سعد بن ابی وقاص، فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص، فاتح اندلس طارق بن زیاد، ہندوستان کے فاتح محمود غزنوی، صلیبیوں اور تاتاریوں کو شکست فاش دینے والے سلطان صلاح الدین ایوبی اور الظاہر بیبرس اور سیف الدین قطز، فاتح قسطنطنیہ محمد الفاتح اور سلطان ٹیپو وغیرہ جیسے مجاہدین اور کشور کشاؤں کی زندگی کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے ان سپاہیوں میں مشترک طور پر جو صفات پائی جاتی تھیں وہ پانچ صفات یہ ہیں، ایک دینی حمیت وغیرت، دوسرے فراست و دور اندیشی، تیسرے شجاعت و بلند ہمتی، چوتھے استقامت، پانچویں شوق شہادت۔ اللہ تعالیٰ نے یہ پانچوں صفات سلطان ٹیپو کو عطا فرمائی تھیں۔

فراستِ ایمانی

یہ دینی غیرت و حمیت ہی تھی جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ تاریخ ساز جملہ کہلایا تھا "أینقص الدین وأنا حي" (کہ میرے جیتے جی دین میں کیسے کتر بیونت ہو سکتا ہے) یہ بات غور کرنے کی ہے لوگ تاریخ کے واقعات پڑھ کر سرسری طور سے گزر جاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جزیرۃ العرب کے مشرق

مصر میں ارتداد کی آگ تیزی سے پھیل گئی ان لوگوں نے کہا کہ ہم اسلام کے دوسرے ارکان پر تو عمل کریں گے لیکن زکوٰۃ ہم نہیں دیں گے، نماز ہم ادا کریں گے، حج فرض ہے وہ ہم کریں گے، روزے بھی رکھیں گے لیکن زکوٰۃ اس وقت کے لئے تھی جب اس کی ضرورت تھی اب ہم زکوٰۃ نہیں ادا کریں گے۔ ایسے نازک موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زبان سے وہ انقلابی اور تاریخی جملہ نکلتا ہے جس نے پوری فضا بدل کر رکھ دی۔ وہ سامنے آئے اور انھوں نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم تخت خلافت پر مدینے میں بیٹھے رہیں اور عزت کی زندگی گزاریں اور ہمارے ہوتے ہوئے دین میں کمی ہو جائے، آج زکوٰۃ کو لوگوں نے روکا ہے کل حج کے لئے کہیں گے کہ دور کے لوگوں پر حج فرض نہیں ہے جیسا کہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے زمانے میں ہوا تھا کہ بعض علماء نے فتویٰ دے دیا کہ حج کا راستہ مامون نہ ہونے اور درمیان میں وسیع سمندر حائل ہونے کی وجہ سے حج فرض نہیں ہے۔ حضرت سید صاحبؒ کی دینی غیرت و حمیت اس کو کب گوارہ کر سکتی تھی، انھوں نے حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحئیؒ سے خطوط لکھوائے اور اس موضوع پر وعظ کہلوائے، آپ نے اعلان فرمادیا کہ ہم نے حج کا ارادہ کیا ہے جو ہمارے ساتھ حج کے لئے جانا چاہے وہ چل سکتا ہے، ہمارے ذمہ اس کے تمام اخراجات ہوں گے چنانچہ بارہ سو ۱۲۰۰ اشخاص حج کے لئے تیار ہو گئے۔ یہ حضرات رائے بریلی سے کلکتہ گئے وہاں سے گیارہ یا سترہ جہازوں پر حج کے لئے روانہ ہوئے پھر اس کے بعد کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ وہ فتویٰ دیتا، اللہ تعالیٰ نے اس فریضہ کو محفوظ فرما دیا اور ہمیشہ کے لئے راستہ کھل گیا یہی دینی غیرت اور حمیت سلطان صلاح الدین ایوبی، الظاہر بیبرس، سیف الدین قطز، سلطان محمد الفاتح، اورنگ زیب عالمگیر اور سلطان ٹیپو میں تھی۔

کلکتہ ہی کے دوران قیام سلطان ٹیپو کے خاندان کی شہزادیوں اور شہزادوں نے سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے عزیزی مولوی محمد الیاس ندوی سلمہٗ کو کہ انھوں نے ہمارے خاندان اور سلطان ٹیپو کے درمیان تعلقات کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت شاہ ابوسعیدؒ، شاہ ابواللیثؒ اور سید نعمانؒ سے سلطان ٹیپو اور ان کے خاندان کے درمیان بیعت کا تعلق تھا، اس کی وجہ سے شرک و بدعات اور غیر اسلامی رسوم و رواج کا خاتمہ ہو گیا تھا

دینی غیرت و حمیت

حضرات! اسلام کے مجاہدین اور فاتحین میں جو دوسری صفت مشترک طور پر پائی جاتی ہے وہ ہے فراستِ ایمانی یا دور اندیشی یعنی یہ سمجھنا کہ اصل دشمن کون ہے اور خطرہ کہاں سے آرہا ہے مثلاً ہندوستان ہی کو لے لیجئے، حضرت سید صاحبؒ نے انگریزوں کے خطرات کو اچھی طرح سمجھا، حالانکہ وہ رائے بریلی جیسے دور دراز علاقے میں پیدا ہوئے، محدود دینی ماحول تھا قال اللہ و قال الرسول کے علاوہ کوئی آواز بلند نہیں ہوتی تھی، رائے بریلی میں بیٹھ کر سید صاحبؒ نے مہاراجہ گوالیار کو خط لکھا "ایں بیگانگان بعید الوطن وایں تاجران متاع فروش ملوک زمین و زماں گردند" یہ خوانچے بیچنے والے، یہ سودا بیچنے والے اور دور دراز سمندر پار کے رہنے والے تاجران متاع فروش ہمارے ملک کے مالک بنتے جارہے ہیں۔ آئیے آپ اور ہم مل کر پہلے ان کا مقابلہ کریں اور اس خطرہ سے اپنے ملک کو محفوظ کریں پھر فیصلہ ہو گا کہ کون سی ذمہ داری کس کے سپرد کی جائے۔

تاریخ نویسوں اور مؤرخوں نے اس حالت اور ماحول کو نظر انداز کر دیا ہے جس میں یہ خط لکھا گیا تھا آپ اس وقت کا خیال کیجئے، ماحول اور تربیت کا اندازہ کیجئے زندگی کا جو طرز تھا اور جو دعوت تھی پھر اس کا خیال کریں کہ سید صاحب نے کس فراست سے کام لیا کہ انگریزوں کا اصل خطرہ ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے وہ اس ملک پر قابض ہو جائیں گے پھر اس کے بعد اسلام بھی خطرہ میں پڑ جائے گا، پھر یہاں کے تمام مذاہب اور تہذیبیں خطرہ میں پڑ جائیں گی۔ یہ حقیقت ہے کہ سلطان ٹیپو کی یہ فراستِ ایمانی تھی اس میں اس کو اولیت حاصل تھی، اس نے اس خطرہ کی گہرائی کا اندازہ لگایا اور سب سے زیادہ بلند ہمتی اور دور بینی سے کام لیا کہ ایک طرف تو سلطان ترکی کی حمایت حاصل کرنی چاہئے، دوسرے یہ کہ نیپولین کی مدد لینی چاہئے، اس مقصد کے لئے سلطان ٹیپو نے اپنے آدمی بھیجے، اس واقعہ کی تفصیلات عزیزی محمد الیاس ندوی کی اس کتاب میں ملیں گی، آپ تصور کیجئے کہ ایک محدود علاقے اور محدود اثر و اختیار کا مالک انسان ایسا سوچ سکتا ہے اور اتنی دور بینی اور بلند ہمتی سے کام لے سکتا ہے بلکہ ہم اس کو فراستِ ایمانی اور الہام ربانی سے تعبیر کر سکتے ہیں جس سے سلطان ٹیپو شہیدؒ کو اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا اس کی دینی غیرت و حمیت ہی سب سے بڑا محرک ثابت ہوئی، یہ دینی غیرت و حمیت اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے، یہ ہر ایک میں نہیں ہوتی اور نہ ہر فاتح و قائد اور جرنیل میں ہوتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے جو صحابہ کرام سے منتقل ہوئی ہے۔

شجاعت

تیسری صفت شجاعت ہے کہ جم کر مقابلہ کرے، اپنی جان اور عزت و آبرو کی بھی پرواہ نہ کرے، نہ اپنے خاندان، اپنے رفقاء اور نہ اپنے مستقبل کی پرواہ کرے۔ یہ صفت تمام اسلامی قائدین و فاتحین میں مشترک طور پر پائی جاتی ہے ان کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر معمولی شجاعت کا انھوں نے مظاہرہ کیا اور جنگ کا پانسہ پلٹ دیا، سلطان ٹیپو شہید نے بھی مسلمان فاتحین و مجاہدین کی طرح بڑی دلیری و شجاعت سے کام لیا، اتنی دھاک اس کی دشمنوں کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی کہ انگریزوں کو یقین نہیں آیا کہ سلطان شہیدؒ ہو چکا ہے، جب انگریز جنرل ہارس کو اطلاع ملی تو اس نے کہا کہ میں خود جا کر دیکھوں گا۔ چنانچہ اس نے اس لاش کو دیکھ کر کہا کہ آج سے ہندوستان ہمارا ہے۔

استقامت

چوتھی صفت جو ان مسلمان قائدین و مجاہدین میں پائی جاتی تھی وہ شجاعت کے ساتھ استقامت کی صفت ہے کہ صرف شجاعت ہی کافی نہیں، اس کے ساتھ استقامت بھی ضروری ہے۔ برابر شجاعت کا مظاہرہ کرنا، اس پر جمے رہنا، اس کے جو مصائب ہوتے ہیں اور جو اثرات و نتائج برآمد ہوتے ہیں ان سب کو برداشت کرنا، یہ ہے استقامت کی بات۔

شوق شہادت

پانچویں اور آخری صفت جو تمام مسلمان قائدین و مجاہدین میں مشترک تھی اور وہ اللہ تعالیٰ کا خاص الخاص عطیہ یا انعام ربانی ہے اور ہر ایک کو وہ نہیں دی جاتی اور نہ ہی اس خلعت سے ہر ایک کو سرفراز کیا جاتا ہے وہ شوقِ شہادت ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے لئے فیصلہ فرماتے ہیں اس کو یہ شہادت کی دولت نصیب ہوتی ہے، یہ ضروری نہیں کہ تمام فاتحین کو شہادت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز کر دیا گیا ہو، ایسے بھی فاتحین گزرے ہیں جنھوں نے ملک فتح کر لئے، پھر زندہ رہے اور اسلام کی دعوت دیتے رہے اور جو معاشرہ انھوں نے قائم کیا اس کا فائدہ لوگوں کو ہوا۔ دوسرے ممالک بھی اس سے متاثر ہوئے۔ مثلاً طارق بن زیاد، پھر آپ کے ہندوستان کے فاتحین جو ترکستان و افغانستان سے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے سلطان ٹیپو کو شہادت کے خلعت سے بھی سرفراز فرمایا جو سب سے عزیز ترین متاع ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ سب سے پہلے انگریزوں کے خطرے کو سلطان ٹیپو نے محسوس کیا، یہ انکی دینی غیرت و حمیت تھی جس نے آتنی بڑی طاقت کے مد مقابل ان کو لا کر کھڑا کیا۔

ٹیپو کی شہادت کے بعد حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کی جماعت سے انگریزوں نے زبردست خطرہ محسوس کیا اس لیے ۱۸۵۷ء کے بعد ان کا سب سے بڑا غصہ جماعت مجاہدین پر اترا، دہلی سے لے کر مرادآباد، میرٹھ کے علاقوں تک کے درختوں پر نوجوان مجاہدین کی لاشیں لٹکی ہوتی تھیں، جیسا کہ نہرو نے اپنی کتاب اور انڈین مسلمان میں اس کا اعتراف کیا ہے۔

جنرل بخت خاں جو بہادر شاہ ظفر کی طرف سے انگریزوں سے لڑ رہا تھا وہ سلطانپور کا رہنے والا تھا۔ جب مولانا کرامت علی جونپوری (خلیفہ اجل حضرت سید احمد شہیدؒ) سے اس نے بیعت لی تو ان سے آپ نے فرمایا کہ اس کا عہد کرو کہ انگریزوں سے مقابلہ کروگے۔ یہ سب باتیں تاریخ کے انبار میں دبی ہوتی ہیں ان کا انکشاف کرنا اور انھیں منظر عام پر لانا صرف تاریخ کی خدمت نہیں بلکہ انصاف کی بات بھی ہے، یہ اعتراف کی بات بھی ہے اور صداقت کی بھی۔

اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ سلطان ٹیپو پر ایک مستقل کام ہونا چاہیئے تو یہ تھا کہ ایک مستقل اکیڈمی اور تحقیقی ادارہ اس مقصد کے لیے وجود میں آتا۔ اور ایک پوری تنظیم اس کام کے لیے وقف ہو جاتی، یہ بہت افسوسناک بات ہے۔

اس کا اعتراف کرنا ضروری ہے کہ ابھی تک اس کی کسی کو توفیق نہیں ہوئی کہ سلطان ٹیپو کے خاندان، اس کے کارناموں اور ان کے ہمہ گیر اثرات کے بارے میں تحقیقی انداز سے کام کیا جائے اور خاصی مدت تک یہ کام ہوتا رہتا تاکہ تاریخ کے ملبہ میں دبے ہوئے واقعات کو سامنے لایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جیسا کہ میں نے اس کتاب کے مقدمہ میں بھی لکھا ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے اسی علاقہ کے ایک ندوی فاضل سے لیا ہے۔ یہ ایک طرح سے فقہاء کی اصطلاح میں حق شفعہ تھا جو مولوی محمد الیاس ندوی سلمہٗ کو حاصل تھا کہ وہ پہلے اس موضوع پر کتاب لکھیں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ کام انھوں نے پورا کیا۔ میں صرف ان کو یا جامعہ اسلامیہ بھٹکل ہی کو نہیں پورے لوگوں کو دلی مبارکباد دیتا ہوں کہ یہ کارنامہ آپ ہی کے علاقہ کے ایک فرزند نے انجام دیا۔ اس پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور ان کی محنت کا اعتراف کرنا چاہیئے۔ اس کی قدر کرنی چاہیئے اور آپ کو پڑھنا بھی چاہیئے لیکن میں ایک مصنف کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ کتاب کا صرف لکھ جانا اور بہتر سے بہتر طریقے سے خوبصورت انداز میں اس کا چھپ جانا کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی عزم ضروری ہے اور ذوق بھی کہ آپ اس کو اپنے گھروں میں سنائیں، اس کو سن کر آپ کے اندر بھی سلطان

ٹیپو کے جذبات اور ان جیسا ذوق، دینی غیرت وحمیت، اور شوق شہادت پیدا ہو، شجاعت واستقامت کی صفات آپ کے اندر پیدا ہوں، تشکر کا جذبہ پیدا ہو، اور آپ ان کے لیے دعا کریں، ان کی قدردانی اس طرح ہوسکتی ہے۔

حضرات! میں کھلے دل سے اور بغیر کسی تکلف وتحفظ کے کہتا ہوں کہ آپ کے اس علاقہ کے لیے فخر کرنے کا حق ہے کہ آپ نے وہ مرد شجاع پیدا کیا۔ وہ مرد غیور وجسور اور وہ صاحب عزم پیدا کیا جس کے پیدا کرنے سے ہندوستان قاصر رہا۔ وہ سلطان ٹیپو شہیدؒ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ان پر! دوسری بات یہ ہے کہ سب سے پہلے اس علاقہ سے پہلی مرتبہ علمی طور پر تحقیقی انداز میں سلطان ٹیپو شہیدؒ پر کام ہوا۔ اسے ندوۃ العلماء کی طرف سے جس کا میں ناظم ہوں اور دار المصنفین ومجلس تحقیقات کی طرف سے جن کا میں صدر ہوں اور تمام مسلمانان ہند کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور اعتراف کرتا ہوں اس کارنامے میں سبقت کا جو ٹیپو سلطان کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس کار خیر میں بھی سبقت جو اس وقت آپ کے سامنے سیرت ٹیپو کی کتاب کی شکل میں موجود ہے۔

حضرات! اگر آپ ٹیپو سلطان کا کارنامہ انجام نہیں دے سکتے اور حالات اس کے موافق نہیں ہیں اور نہ ہی اس کے لیے وسائل مہیا ہیں اور اس کے امکانات بھی نہیں، تو کم سے کم جو چیزیں آپ کے امکان میں ہیں مثلاً دینی غیرت وحمیت پیدا کیجئے، شہادت کا شوق آپ کے اندر ہونا چاہیے۔ آپ کے اندر حمیت دینی کسی نہ کسی درجہ میں ہونا چاہیے کہ کوئی بات آپ کے علاقہ میں دین کے خلاف، اسلام کے خلاف ہو تو آپ کے اندر حمیت پیدا ہو کہ یہ منکرات ہم ہرگز نہ ہونے دیں گے۔ اس علاقہ میں یہ بدعت ہرگز نہیں ہوگی۔ یہ غیر اسلامی رسمیں یہاں نہیں ہوں گی۔ اس علاقہ میں غیر اسلامی تہذیب کی نقالی نہیں ہوگی۔ شادی بیاہ میں ہم اسراف وفضول خرچی سے کام نہیں لیں گے۔ سلطان ٹیپو جیسی دینی غیرت وحمیت، مذہبی شجاعت، استقامت اور ایک طرح سے ایمانی فراست ہونا چاہیے۔ آپ یہاں بڑی دور سے اتنی بڑی تعداد میں آئے ہیں اس جلسہ کا حاصل یہ نہیں ہے کہ آپ سمجھیں کہ کتاب اچھی چھپی ہے بلکہ اصل پیغام اس جلسہ کا یہ ہے کہ آپ کے اندر دینی غیرت وحمیت پیدا ہو۔ حضرت صدیقؓ کا فقرہ آپ کے دل ودماغ پر نقش ہو۔ آپ یہ طے کرلیں کہ ہمارے جیتے جی اس علاقہ میں ہندوانہ رسم ورواج مسلمانوں میں گھسنے نہیں دیں گے۔ ہم کسی طرح بدعات اور مشرکانہ رسوم ورواج کو چلنے نہیں دیں گے۔ اعمال ومعاملات میں شریعت پر عمل کریں گے جس طرح سلطان نے انگریزوں کے وجود کو کسی طرح برداشت نہیں کیا۔ اس کے لیے انھوں نے جان کی بازی لگادی، اپنی سلطنت کھو دی، اپنے خاندان کو داؤں پر لگادیا۔ اس نسبت کا کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ آپ اپنے علاقے اور حدود کے اندر کسی بدعت اور غیر اسلامی رسم ورواج کو برداشت نہ کریں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

(بقیہ)
علمائے ہند کی خدمات

بزرگ مولانا فضل الرحمان گنج مرادآبادیؒ نے ان کی مغفرت اور علو مرتبت کی بشارت دی۔

مولانا کے حاشیہ شرح الوقایہ (عمدۃ الرعایہ) سے بھی طلبہ واساتذہ کو، کم وبیش، اتنا اور ایسا ہی فائدہ پہونچا۔ اس کے علاوہ مولانا کے فتاویٰ (جن کی تعداد ہزاروں میں ہے اور مجموعۃ الفتاویٰ کے نام سے تین جلدوں میں عرصہ سے شائع ہو رہے ہیں) سے عوام وخواص کو بڑا فیض پہونچا۔ اس وقت ہندوستانی مسلمان گویا دوراہے پر کھڑے تھے، عرصہ تک مسلم حکومتوں کے زیر سایہ رہنے کے بعد پہلی بار چیرہ دست اغیار (انگریزوں) کے محکوم بننے کی تلخ آزمائش سے دوچار ہو رہے تھے، ایسے نازک وقت میں، زمانہ کے بدلتے اور تکلیف دہ کروٹ لیتے ہوئے۔ جن مسائل کا مسلمانوں کو سامنا، اور جن دشواریوں سے انھیں سابقہ تھا اس میں راہ نمائی کا فریضہ، مولانا جیسا عبقری اور مجتہد صفت مفتی ہی انجام دے سکتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جیسا کہ ہمیشہ اس کی سنت رہی ہے۔ مولانا کی ذات میں ان صفات کا حامل مفتی عطا فرمادیا، فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

واقعہ یہ ہے کہ مولانا کی خدمات اور شخصیت پر مقالہ کی نہیں، مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ اس مختصر مقالہ۔ بلکہ عجالہ۔ کے ایک حصہ میں کیوں کر حق ادا ہوسکتا ہے! چار وناچار اتنے ہی پر۔ بادلِ ناخواستہ۔ یہ لذیذ حکایت بند کی جاتی ہے ؎

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(اللہم اغفرلہٗ واکرم نزلہٗ، واسبغ علیہ شآبیب رحمتک)۔

(جاری)

مسلمانوں کا اختلاف وانتشار

مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی
ترجمہ:۔ محمد اسجد لبستوی علیا اولیٰ

امت مسلمہ کی متعدد نمایاں خصوصیات وامتیازات ہیں ان میں سے ایک نمایاں خصوصیت ان کا باہمی اتحاد واشتراک ہے جو محض خداوند قدوس اور حضور اکرمؐ کے احکام کی پیروی کے پیش نظر ہوتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے ایک دیوار کے مثل ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے، تمام مسلمان باہم ایک جسم کی طرح ہیں کہ اگر جسم کے ایک عضو کو تکلیف ہو تو اس کی وجہ سے پورا جسم بے خوابی اور درد وکرب کا شکار ہو جاتا ہے، یہی چیز ہمیشہ اپنے دشمنوں پر مسلمانوں کی بالادستی اور ان کی کامیابی وفتح مندی کا راز رہی ہے، چنانچہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو واپس لینے کے لئے اسی وقت فتح کی تیاری کی جب انھوں نے مسلمان جماعتوں اور باہم برسرپیکار رؤسائے تمام کو متحد کرلیا، تاریخی واقعات بتاتے ہیں کہ مسلمانوں کی جماعتیں کسی بھی معرکہ وجنگ میں اس وقت تک کامیاب سے ہمکنار نہ ہوسکیں جب تک کہ انھوں نے باہم اتحاد واتفاق اور جذبۂ تعاون نہ پیدا کرلیا اور جب تک کہ مختلف فرقوں اور جماعتوں نے اپنے ذاتی وفروعی اختلافات پر قابو نہ پالیا۔

لیکن اگر ہر شخص اپنے ذاتی نقطۂ نظر اور لائحۂ عمل پر جما رہے گا اور اس کے سبب سے پیدا ہونے والے فکری اختلافات کو باہمی عداوت کا رنگ دے گا تو پھر کامیابی کے لئے کوئی کوشش بارآور نہ ہوسکے گی، اور مسلمان ہر معرکہ میں پسپائی کا سامنا کرتے رہیں گے، امت اسلامیہ اس وقت اسی مرض شدید "باہمی افتراق وانتشار" کا شکار نظر آرہی ہے، جب کہ اس وقت دنیا کے اندر مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے زائد ہے، اور پوری دنیا میں ایک چوتھائی حصہ انھیں کا ہے پھر بھی دنیا کی دیگر طاقتوں کے مقابلہ میں ان کا کوئی وزن نہیں ہے۔ جس کے باعث دیگر قومیں مسلمانوں کے ساتھ ذلت آمیز توہین وتحقیر کا سلوک کر رہی ہیں، آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت امت اسلامیہ پورے عالم اسلام کے اندر مختلف اداروں کی بنیاد پر ——— باہم برسرپیکار طاقتوں میں منتشر ہو چکی ہے۔ اور ہر جماعت اپنے ماحول، اپنے اندازِ فکر، اپنے لیڈروں اور پیشواؤں کی ذہنیت سے پیدا ہونے والے خاص حالات وکیفیات کی تابع ومطیع ہو چکی ہے۔ جس کی وجہ سے امت باہم اختلاف وانتشار کا شکار ہے۔

طریقۂ کار، طرزِ عمل اور طور وطریق میں فرق واختلاف اندازِ فکر کے فرق سے .... آتا ہے اسی طرح اصلاحی اور اسلامی کام انجام دینے والوں کے ذہن ومزاج کے فرق سے پیدا ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں جہاں تک مسئلہ طبعی وفطری فرق کا ہے اس سے تو مفر نہیں، مگر یہ فرق جب شخصی مخالفت اور جماعتی وگروہی مخاصمت کا رنگ اختیار کرے تو ٹکراؤ اور تصادم کی صورت اختیار کر لیتا ہے جو پوری امت کے لئے ایک خطرناک شکل اختیار کرسکتا ہے ایسی صورت میں وہ دوسروں کی تعمیر کو تخریب سے بدلنے کا سبب بن جاتا ہے اور بالآخر یہی اسلام کے وجود کو مٹانے اور اس کے خدوخال اور اثرات ونتائج کو مسخ کرنے کا سبب بن سکتا ہے چنانچہ اسلامی سوسائٹی کی ہر طاقت دوسری طاقت کے خلاف تخریبی کارروائی کرتی رہے گی تو امت زوال سے محفوظ نہیں رہ سکتی اور دونوں متحارب گروہ ایک دوسرے کی تباہی کا باعث بنیں گے، لیکن افسوس ہے کہ امت کے کام کرنے والے عموماً اس تخریبی کارکردگی کو صالح معاشرہ کی تشکیل کے لئے ضروری سمجھ کر اختیار کرتے رہتے ہیں، حالانکہ یہ ایسا خطرناک چلن ہے جو کسی بھی تعمیری کام میں کامیابی حاصل کرنے کا موقع نہ دے گا، مسلمانوں سے متعلق مسائل میں آج جو چیز سب سے زیادہ دشواری وپریشانی کا سبب بن رہی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے مختلف گروہ تعمیری کاموں سے بے پرواہ ہو کر اکثر تخریبی کاموں میں مشغول ہیں، اسلامی ممالک کی حکومتیں ہوں یا اسلامی پارٹیاں بلکہ متعدد خطوں میں اسلام پسند لوگ بھی صرف اپنی اپنی عقل وفہم اور خود طے کردہ طریقۂ کار پر جمے رہ کر دوسروں کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں اور آپسی تعاون سے پوری طرح گریزاں ہیں۔ "وَكُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ" اور ہر گروہ اپنے ہی طرز عمل کو درست سمجھ کر اس پر خوش ہے۔

بلاشبہ آج مسلمان اپنے مسائل کے بارے میں صحیح غور وخوض سے بے پرواہ اور اس کے حل کے سلسلہ میں انتشار وافتراق کا شکار ہو چکا ہے، خواہ وہ اس کے اعتقادی معاملات ہوں یا نظریاتی وفکری مسائل ہوں یا سیاسی ومعاشرتی مقاصد ہوں، الغرض تمام مسائل میں ہمارے رہنماؤں کی رائیں مختلف ہیں اور وہ ایک دوسرے کی تنقید اور تحقیر بلکہ گمراہ قرار دینے کے کام میں لگے ہوئے ہیں وہ ایک دوسرے کی حقیقتِ حال سے بخوبی واقف وآگاہ ہوئے بغیر ایک دوسرے کو گمراہی کے

راستے پر چلنے والا قرار دے رہے ہیں، انھیں میں بعض وہ ہیں جو محبت رسول کا دعویٰ کرکے اپنے مبتدعانہ طریقے پر چلنے سے اختلاف رکھنے والوں کو توہین رسولؐ کا مرتکب اور کافر قرار دیتے ہیں اور بعض لوگ اپنے آپ کو حدیث شریف کا خالص پیروکار قرار دیکر تقلید فقہی کو گمراہی اور کفر و شرک کے مماثل قرار دیتے ہیں اور ایک دوسرے سے باہم دست و گریباں ہیں، پھر اس ٹکراؤ میں ایسے سخت الفاظ اور خارج اسلام قرار دینے والی بعض اصطلاحات سے بھی گریز نہیں کرتے، اس طرز عمل سے ایسی ایسی دشمنی پیدا ہوتی جارہی ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے اور اللہ و رسول کے نام پر جمع ہونے کے لئے بھی تیار نہیں، اس طرح امت اسلامیہ پارہ پارہ ہوتی جارہی ہے۔

اس گروہی عداوتوں کی سنگینی و نزاکت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب یہ سلسلہ کسی غیر اسلامی ملک میں شروع ہو جائے جیسے ہندوستان و برطانیہ وغیرہ، اس سے اکثریت کے لوگ یعنی غیر مسلم اسلام کے بارے میں یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ مذہب اسلام باہمی نزاع عداوت و دشمنی اور تخریب کاری کا مذہب ہے، اور یہ باہمی اتحاد و اشتراک اور آپسی تعاون و محبت کا مذہب نہیں ہے۔

وہ یہ دیکھتے ہیں کہ فکری و اجتہادی میدان میں بھی مسلمان مختلف جماعتوں میں ایسے بٹے ہوئے ہیں کہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہیں اور ایک دوسرے کو جادۂ مستقیم سے منحرف بلکہ اسلام سے برگشتہ قرار دینے میں بھی ہچکچاتے نہیں ہیں، اور اس دشمنی کو بر سر عام ظاہر کرتے ہیں ظاہر ہے کہ اس طرح غیروں کی نظر میں اسلام کی تصویر مسخ ہو کر سامنے آرہی ہے۔

یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ ہمارا شغلہ صرف منفی اور سلبی ہو کر رہ جائے اور اس کے بعد ہم تعمیر کا خواب دیکھتے ہیں جبکہ ہمارے دشمن جدوجہد باہمی اتحاد و اشتراک اور یک جہتی سے اپنا مقصد حاصل کر رہے ہوں اور وہ ان چیزوں کی تیاری میں لگے ہوں جنہیں وہ اپنے حق میں بہتر تصور کرتے ہیں، ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام اسلامی حکومتیں باہم معمولی اور حقیر اختلافات کا شکار ہو چکی ہیں، وہ ایک دوسرے کی دشمن ہیں، اور اسی دشمنی کی وجہ سے ان میں دشنام طرازی کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ آگے چل کر یہی اختلاف عداوت اور نزاع کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ عراق و کویت کی جنگ اس کی سب سے واضح مثال ہے جس کے پس پردہ ہم کو محض ایک علاقہ کے اس طرف یا اس طرف ہونے کے مسئلے سے خدمت اسلام یا حصول حق کا کوئی مقصد نظر نہیں آتا، ایسا ممکن تھا کہ کویت و عراق ایک گول میز کانفرنس کرکے باہمی گفت و شنید سے اپنے مسائل حل کر لیتے اور ان تعلقات و روابط کا پاس و لحاظ کر لیتے جو ان کو جغرافیائی اعتبار سے بھی اور اسلامی نقطۂ نظر سے بھی آپس میں مربوط کرتے ہیں، کیونکہ جب مقصد تعمیر اور مشکلات کے حل کی تلاش ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک فریق اسلام کی شہرت اور ساکھ کو باقی رکھنے کی خاطر اپنے ایک بھائی کے لئے اپنے حق سے دستبردار ہو جائے جبکہ مسئلہ دو بھائیوں کا ہے نہ کہ دو دشمنوں کا..

یہی بات ہم کو عالم اسلامی کے اکثر جھگڑوں میں نظر آتی ہے، ان سب معاملات میں کام کرنے والوں کی نگاہ میں کام کے بجائے کام کی نسبت زیادہ اہم ہو گئی ہے، خواہ وہ اسلام کے لئے کام کرنے والے ہوں یا قوم و عوام کے لئے ہر شخص کام کی نسبت کو اپنی طرف کرنا چاہتا ہے اور وہ اس راستہ سے شہرت و اقتدار کا خواہاں ہے، آج اسلام کے لئے کام کرنے والوں کی عادت یہ ہو چکی ہے کہ وہ ایسی نگاہ رکھتے ہیں جو دوسروں کی غلطیاں دکھلائے اور ان کی خطائیں ظاہر کرے، اس طرح وہ اپنی خوبیوں کو نمایاں کرکے پیش کرتے ہیں اور دوسروں کے خلاف برابر پروپیگنڈہ کرتے ہیں، وہ حق کو انہیں کوششوں اور خدمتوں میں محدود قرار دیتے ہیں جو وہ انجام دے رہے ہیں، گویا اسلام کا وجود انہیں سے وابستہ ہے، وہ محفوظ و مامون ہیں تو اسلام بھی محفوظ ہے اور خطرہ میں ہیں تو اسلام بھی خطرہ میں ہے۔

آج نہ ہماری زندگی مثالی اور قابل تقلید رہی اور نہ ہمارے اعمال سنت نبویؐ کے مکمل مطابق و موافق، پھر مثالی طریقہ کی طرف اپنے کو منسوب کرکے اسلام کو کیوں بدنام کرتے ہیں ہمارا مقصد اصلی تو کبھی ہوتا ہے جاہ و منزلت، اور کبھی ہوتا ہے اپنے گروہ کو برتری و عظمت اور کبھی اپنے نقطۂ نظر کی عصبیت اور ہم اس کو اسلام کے نام کے سہارے خالص حق اور دوسرے کو خالص باطل قرار دیتے ہیں، یہ تو اسلام کے ساتھ سراسر زیادتی ہے اور یہ خالص انفرادی فائدہ اور ذاتی مقاصد کے لئے اسلام کو استعمال کرنا ہے۔ رسول اکرمؐ نے تاکید فرمائی ہے کہ مسلمان اپنے بھائی کا احترام کریں، ہر صاحب حق کو اس کے حقوق دیں، باہمی خیر خواہی سے کام لیں اور مدد کریں، ایک دوسرے سے حسد، بغض، عداوت نہ کریں، خداوند قدوس نے اس کا مسلمانوں کو حکم دیا ہے یہاں تک کہ کفار تک کے ساتھ...... بہتر سلوک کرنے کو کہا ہے۔

قرآن میں ہے: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ" (سورہ مائدہ)

(اور ہرگز کسی قوم کی دشمنی - کہ اس نے تم کو مسجد حرام سے روکا۔ تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس پر ظلم و زیادتی کر بیٹھو، تم نیکی و تقویٰ پر ایک دوسرے کا تعاون کرو اور گناہ و سرکشی پر تعاون نہ کرو اور خدا سے ڈرو، بلاشبہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے)

یہ وہ سماوی تعلیمات ہیں جو ہمارے لئے حق کو ہر چیز پر ترجیح دینا لازم قرار دیتی ہیں۔

اس وقت سب سے مقدم اسلامی کام یہ ہے کہ ہم اندھا دھند ایک دوسرے کی مخالفت و مخاصمت سے اسلام کو بچائیں، ہم خود تعمیری کام میں لگیں اور دوسروں کی لغزشوں کو تلاش کرنے اور ان کی مذمت میں لگے رہنے پر وقت ضائع نہ کریں اور ہر اس چیز سے پرہیز کریں جو ہم میں افتراق و انتشار اور باہمی بغض و عداوت پیدا کرے اور جو قومی و حکومتی سطح پر تصادم و ٹکراؤ کے امکانات پیدا کرے۔ "واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ" (بلاشبہ اللہ اپنے بندہ کی اس وقت تک مدد کرتا رہتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔)

(بقیہ) جامعہ اسلامیہ قلندر پور

پیش کرتی ہیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں جامعہ کا کتب خانہ بھی ایک اہم کتب خانہ بن گیا جن میں دیگر کتب کے ساتھ مراجع کی بڑی تعداد بھی موجود ہے۔ جامعہ دیکھ کر محسوس ہوا کہ اساتذہ و کارکنوں میں باہمی تعاون کا جذبہ پایا جاتا ہے جو اس عہد پرفتن میں عنقا ہوتا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نظر بد سے بچائے اور الجامعہ کو جو لکھنؤ سے تقریباً تین سو کلومیٹر بہ ندوہ کے انداز پر چل رہا ہے اس کو اس علاقہ کا مرکزی ادارہ بنا کر دور دور تک اس کے فیض کو عام کرے۔ اللہ تعالیٰ فعال و خوش عمل رکھنے والے بانی جامعہ کی عمر میں برکت دے اور اسی طرح بزرگوں کی دعاؤں اور برکات کے ساتھ سرگرم عمل رہیں۔ اور اس دور فتن میں جامعہ کے ذریعہ ایسے مردان کار تیار ہوں جو زمانہ کے فتنوں کا نئے انداز و اسلوب میں علی وجہ البصیرہ مقابلہ کرسکیں اور خدمت اسلام کا وظیفہ انجام دینے والے صف اول کے لوگوں میں شمار ہوں۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کب اور کہاں سے علم و دین کا چشمہ حیواں جاری فرمادے۔ اخلاص ہو تو کیا کچھ نہیں ہو سکتا! مولانا سید سلیمان ندویؒ نے اپنی زبان میں یہ کہا ہے ؎

صدق احساس کی دولت مرے مولا دے دے
غم امروز بھلا دے غم فردا دے دے
دھن کچھ ایسی ہو فراموش ہو ہستی اپنی
دل دیوانہ و سودائی و شیدا دے دے

اور

دل بے تاب ملے چشم پر آب ملے
غم آتش مجھے دے دے غم دریا دے دے

بانی جامعہ استاذ محترم نے بربنائے شفقت بار بار اس جامعہ میں حاضری دینے کا حکم فرمایا تھا لیکن مقدر یہ تھا کہ حاضری ایسے روح پرور موقع سے ہو چنانچہ برسوں کی چاہت و آرزو کے بعد یہ سعادت نصیب ہوئی۔

تعمیر حیات
اپنی نئی نسلوں کو عالمی حالات سے باخبر رکھنے کیلئے تعمیر حیات کے مطالعہ کی ترغیب دیجئے

نعت پاک

شمع توحید و رسالت

مجیب بستوی

شمع توحید و رسالت کا اجالا آگیا
جب تصور میں ہمارے کملی والا آگیا
پیار سے اخلاص سے ایثار کے جذبات سے
جس نے ان کے ہاتھ میں ہاتھوں کو ڈالا آگیا
میکشو صہبائے نبوی کا کرشمہ دیکھ لو
تشنہ لب کے ہاتھ میں خود ہی پیالہ آگیا
ڈال دی جس پر محمدؐ نے محبت کی نگاہ
دل میں اس کے نور وحدت کا اجالا آگیا
آپ کی بعثت پہ یہ گونجی صدا چاروں طرف
منتظر تھے جس کے پیغمبر نرالا آگیا
جادۂ تاریک تر پہ ہم تھے سرگرم سفر
جس نے ہم کو وقت پر آکر سنبھالا آگیا
کون تھا دنیا میں ہم کو پوچھنے والا مجیبؔ
جس نے ہم پر پیار کا ڈالا دوشالہ آگیا

(بقیہ) چیچنیا کے نئے صدر

صرف دینی و ثقافتی اور عالم اسلام کے تاریخی پہلوؤں پر ہی محصور نہیں ہوں گی، بلکہ موجودہ اسلامی معاشرہ کے اسلام کی روشنی میں تقاضوں کا علاج بھی اس کے مقاصد میں ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر اور اپنا پتہ
صاف اور خوش خط تحریر فرمائیں (ادارہ)

جمہوریت سیکولرزم اور ترقی پسندی کے دوہرے پیمانے

تحریر: مولانا سید واضح رشید صاحب ندوی | ترجمہ: رشید احمد ندوی

مغربی میڈیا کی جانب سے بار بار عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ ترکی فوج اور وزیر اعظم نجم الدین اربکان کی مخلوط حکومت کے مابین مخالفت چل رہی ہے اور دونوں کے تعلقات کشیدہ ہیں۔

حال ہی میں جریدہ "اکنومسٹ" نے یہ خبر شائع کی ہے کہ فوج نے وزیر اعظم نجم الدین اربکان اور ان کی وفاقی حکومت کو دھمکا ہی دی ہے کہ اگر حکومت نے اسلامی احکامات نافذ کرنے کی کوشش کی خصوصاً عورتوں کو پردہ کا حکم دیا تو وہ ان سے علیحدگی اختیار کرلیں گی۔ کیوں کہ فوج کو جو کمال اتاترک کی ذہنیت کی حامل اور ان کی فکر کی ہم نوا ہے اسلامی احکام کا تسلط وغلبہ منظور نہیں۔ میگزین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسلام پسند اور سیکولر پسند افراد کے مابین بعض مقامات میں کشیدگی بھی پائی جاتی ہے اور جھڑپیں بھی ہوئیں ہیں۔

حکومت اربکان اور اسلامی ممالک کے مابین دوستی کے تعلقات کو اور سرکاری آفسوں میں نماز کے لیے چھٹی کو خطرناک رجحان قرار دیا ہے، ساتھ ہی ماہ رمضان میں حکومت کی طرف سے افطار پارٹی پر سخت نکتہ چینی کی اور لکھا ہے کہ اس قضیہ کو پارلیمنٹ میں بھی اٹھایا گیا۔ اور بعض قائدین نے احتجاج کیا اور اس کو سیکولر مخالف عمل قرار دیا۔

سیکولر پسند اور اسلامی ذھن رکھنے والوں کے مابین یہ فرضی وتصوراتی کشمکش اس وقت مغربی میڈیا کا خاص موضوع بنی ہوئی ہے جو حکومت کی مخالفت و مذمت میں کسی لیڈر کے معمولی بیان کو بھی بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے جبکہ حکومت طریقۂ کار اور لائحہ عمل کے نفاذ میں بہت ہی احتیاط، زیرکی اور دانشمندی کا ثبوت دے رہی ہے اور وہ کبھی بھی عوام کی مخالفت اور اپنے خلاف کسی قسم کے رد عمل کے اظہار کے مواقع فراہم نہیں کرتی، یہی وجہ ہے کہ دو مختلف پارٹیوں کے مابین ابھی تعلقات استوار ہیں۔

ترکی کے حالیہ وزیر اعظم نجم الدین اربکان جن کی سیاسی زندگی بہت زیادہ معقول و متوازن رہی ہے، انھوں نے وزارت فوج اور حکومت کے دو گرویوں کے مابین تعلقات قائم کئے، اور ملک کی سلامتی و استحکام کی راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کو دور کیا چنانچہ ان کے عہد حکومت میں ملک کی اقتصادی حالت میں بہت کچھ سدھار پیدا ہوا اور ترک اور کردوں کے مابین اختلافات بھی کم ہوئے۔

وزیر اعظم نجم الدین اربکان اپنے اس نقطۂ نظر اور طریقۂ اعتدال میں بہت زیادہ تعریف کے مستحق ہیں اگر ان کے اس طریقۂ کار کی حمایت کی جاتی اور اس کو عملی جامہ پہنایا جاتا تو اسلام پسند اور سیکولر مزاج کے مابین کشمکش کے نتیجے میں جن مسائل سے پورا عالم اسلام دوچار ہے، ان کا خاتمہ ہوسکتا تھا اور اس سے سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی طور پر عالم اسلام سے تعلق رکھنے والے یورپ کو بھی فائدہ پہنچتا، کیوں کہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اسلامی رجحان وفکر کی مخالفت کی بنا پر یورپ کو زبردست نقصان پہونچ رہا ہے اور اس سے مسلم قوم کی دشمنی میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یورپ شخصی و اجتماعی آزادی کا داعی ہے اور خود کو اس آزادی کا علمبردار تصور کرتا ہے جب اسلامی دنیا میں کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو وہ اپنے اس نقطۂ نظر کے برخلاف مخالفانہ رویہ اختیار کرلیتا ہے، وہ خود اس کا داعی ہے کہ داخلی معاملات میں کسی قسم کی کوئی مداخلت نہ ہونی چاہئے۔ لیکن دوسروں کے داخلی مسئلوں میں دخل اندازی کو وہ اپنا اولین فریضہ سمجھتا ہے اور اس کے لیے وہ وجہ جواز بھی پیش کرتا ہے، جب بھی اسلامی ممالک میں کسی ملک میں کوئی مسئلہ اٹھتا ہے یورپ مداخلت ضروری سمجھتا ہے خواہ یہ قضیہ قوم کے فوجی رہنماؤں کی جانب سے ہو جن کے ساخت پرداخت یورپی ممالک میں ہوئی

ہے یا ان بعض سیاسی لیڈروں کے ذریعہ جو غیر قانونی اختیارات کو استعمال کرکے ان کے مسائل میں مداخلت کرتے ہیں اور یورپی مصالح ومفاد کی خاطر قانون شکنی اور اس کی پامالی کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

ترکی اس نئی صورتحال سے نمٹنے کے لیے یورپی ممالک سیکولر قانون کا سہارا لیتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں عالمی جنگ کے بعد ترکی کے مسائل اور سخت ترین حالات پر قابو پانے کے لیے کمال اتاترک نے جو اصول وقوانین نافذ کئے تھے۔ ان کو نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ قانون یورپی برادری کی نگاہ میں اتنے مقدس ہوگئے ہیں کہ ایک طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود ان میں وہ کسی قسم کی تبدیلی کے روادار نہیں جبکہ عالمی سطح پر قوانین میں نمایاں تبدیلیاں ہوچکی ہیں، اور مختلف ملکوں میں ردوبدل ہوتا رہتا ہے، یورپ اور ایشیاء کے بہت سے ممالک میں حالات بالکل بدل چکے ہیں لیکن ان کے نزدیک کمال کے نافذ کردہ قوانین اور جمہوریت آسمانی مذاہب سے بھی زیادہ تقدس رکھتے ہیں ان کے نزدیک آسمانی مذاہب تو قابل اصلاح ہیں اور اس کی اصلاح کی آواز اٹھائی جاتی رہی ہے، لیکن اس دستور کے تقدس کا حال یہ ہے کہ دستوری طور پر ترکی کی نو منتخب حکومت بھی اس کے کسی دفعہ کی کوئی نئی تشریح کرنے کی جرأت نہیں کرتی چہ جائے کہ اس میں کوئی تبدیلی کرے۔

ترکی کی نئی صورت حال کے بارے میں مغربی ذرائع ابلاغ کا موقف دوسرے ممالک کے سلسلہ میں اس کے موقف سے مختلف ومتضاد ہے یہ تعارض وتضاد اس صلیبی ذہنیت کی دین ہے جس کا عالمی جنگ کے بعد سے ترکی کے مسائل سے نپٹنے میں بہت ہی مؤثر کردار رہا ہے، بظاہر یورپی برادری میں آج بھی یہ فکر کام کررہی ہے اور آئندہ بھی اس کے باقی رہنے کا پورا امکان ہے۔

حال ہی میں برطانیہ وامریکا کے چند مفکرین کے جائزے وتبصرے شائع ہوتے ہیں جن میں اسلامی تحریکوں سے مقابلہ آرائی کی پالیسی پر نظر ثانی کی دعوت دی گئی ہے، کیونکہ اس پالیسی سے اسلامی تحریکوں کو تقویت پہونچی ہے اور اس کے دائرۂ کار میں ترقی ہوئی ہے اور یورپی ممالک سے مسلم قوم کی ناپسندیدگی بڑھ گئی کہ اس کے برخلاف اسلامی تحریکوں سے مقابلہ آرائی اور اس کے خلاف زہر اگلنے والے ممالک تنگی میں پڑے ہوتے ہیں چنانچہ ان مفکرین نے مقابلہ آرائی کی اس پالیسی کو ختم کرکے مصالحت کی دعوت دی ہے اور اسلامی ممالک میں اسلام کی جانب مائل اکثریت کی رائے کے احترام کی اپیل کی ہے ان مفکرین نے تہذیب کے مابین کشمکش کے تصور کو اس خیال سے ترک کردیا ہے کہ یہ سامراجی نظریہ ہے جو قدیم ومتروک ہوچکا ہے، ان کے نزدیک اسلامی اقوام کی مخالفت کا موقف مستقبل میں اقتصادی اور تجارتی مقاصد میں نظر انداز ہوگا۔

ترکی وہ واحد ملک نہیں جہاں یورپ کی دوہری سیاست وپالیسی کام کررہی ہو بلکہ ماضی میں الجزائر بھی اس طرح کی سیاست کا شکار رہا ہے اور آج بھی اسلامی رجحان کے خاتمہ کے لیے جو کہ عوامی رجحان بن چکا ہے عالم اسلام کے دوسرے ممالک پر اس کا دباؤ بڑھ رہا ہے بلکہ اب تو اسلام کے عناد کے باعث براہ راست عبادت گاہوں پر حملہ ہورہا ہے یہ عناصر اس بات کو نظر انداز کررہے ہیں کہ مسلمان ہر چیز برداشت کرسکتا ہے لیکن اپنے دین کے معاملہ میں اسے معمولی نقصان بھی برداشت نہیں، دین ومذہب پر اس کی غیرت وحمیت اس درجہ عیاں ہے کہ اس میدان میں اس کا کوئی ثانی نہیں؛ اس کے احساس وشعور کے ادراک میں بہت سی قوموں نے غلطی کی جس کی وجہ سے انھیں غیر معمولی نقصان اٹھانا پڑا۔

اسلامی دنیا میں یہ بات کھل کر سامنے آچکی ہے کہ سیکولر کا نعرہ صرف اسلام کے مقابلہ میں لگایا جارہا ہے دوسری قومیں جو سیکولرزم کو اختیار کرتی ہیں مذہبی رنگ میں رنگی ہوتی ہیں اور ان پر دینی وفکری چھاپ نمایاں ہے جس کا اظہار ہر جگہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ترقی وتجدد کا آوازہ اسلام کے خلاف ہی بلند کیا جاتا ہے اور اسے اسلامی تعلیم و ثقافت سے متصادم سمجھا جاتا ہے جبکہ ان کے نزدیک غیر اسلامی قوموں کی ترقی ان کی موروثی ثقافت سے کبھی بھی متصادم نہیں رہی اور نہ ہی ان کی قدیم تاریخ معارض پائی جاتی ہے بلکہ ان میں اپنے ثقافتی سرمایہ کی حفاظت اپنی قدیم تاریخ کو زندہ کرنے اور تقدس کی چیزوں کو باقی رکھنے کی مسلسل کوشش ہوتی ہے اور اسے عین ترقی کا ذریعہ قرار دیا جاتا ہے لیکن اسلامی ممالک کی ترقی کو رجعت پسندی قرار دیا جاتا ہے ان کے لیے جمود وپسماندگی کو قبول کیا جاتا ہے ان کے اندر محض ثقافتی مظاہرہ اور اخلاقی انارکی کو ہی ترقی وترویج کا ذریعہ بتایا جاتا ہے اور علمی، ٹیکنالوجی اور اقتصادی ترقیوں میں ان پر پابندیاں عائد کی

جاتی ہیں۔ اور ان میدانوں میں ان کی پیش رفت خطرہ سمجھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے علمی و ٹیکنالوجی ادارے اب بھی سامراجی دور کی یاد تازہ کرتی ہیں۔

واضح رہے کہ خود یورپ اب سیکولر مزاج نہیں رہا اس لیے کہ نصرانیت اور یہودیت سے اس کی یکطرفہ جانبداری اور وابستگی کھل کر سامنے آچکی ہے اور عالمی مسائل کے حل میں بہت سے مواقع پر اس کی طرف سے اس کا اظہار بھی ہوا ہے، اس طرح عیسائی مشنریوں میں یوروپی ممالک کی علمی طور پر شرکت اور مستشرقین کے پلان و منصوبوں میں ان کی پشت پناہی بھی اب ڈھکی چھپی بات نہیں رہی، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام سے یورپ کی مخالفت و جنگ سیکولر بنیادوں پر نہیں بلکہ اسلام دشمنی پر مبنی ہے جو اسے اپنی سابقہ نسلوں سے وراثت میں ملی ہے

حقیقت یہ ہے کہ یورپ اسلامی ممالک کی اقتصادی و صنعتی ترقی کی راہ میں حائل ہو رہا ہے اور بلا ضرورت وہ ان پر پابندیاں عائد کر رہا ہے اور انھیں اپنے یوروپی ممالک کا ہمیشہ دست نگر بنے رہنے پر مجبور کر رہا ہے، یہ یورپ کی ایسی پالیسی ہے جس کی وجہ سے کوئی اسلامی ملک کبھی بھی صنعتی ترقی نہیں کر سکتا بلکہ یورپ کے ہمنوا ممالک بھی اقتصادی بدحالی اور صنعت و حرفت کی درماندگی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ اس سے نہ تو ترکی مستثنیٰ ہے اور نہ ہی عرب ممالک جنھوں نے دو صدیوں سے یورپ کی پیروی کو اپنا وطیرہ بنایا ہے اور اس کی سربراہی و تسلط کو تسلیم کر رکھا ہے۔

چیچنیا کے نئے صدر اصلان مشہدوف کا اعلان

روس کو نئی حقیقت کو تسلیم کرنا چاہئے

مسعود حسن حسنی

چیچنیا کے صدارتی انتخاب میں اصلان مشہدوف نے (۶۳) سیٹوں والی پارلیمنٹ میں ۶۸ فیصد ووٹ حاصل کرکے ان تمام قیاس آرائیوں کا خاتمہ کر دیا جو چیچنیا کے الیکشن کے بارے میں کی جارہی تھیں اپنی کامیابی کی خوشی میں نئے چیچنیائی صدر نے اعلان کیا کہ ان کا ملک آزاد رہے گا، اور انھوں نے بشمول روس تمام ملکوں سے اس کو تسلیم کرنے کی اپیل کی۔

انھوں نے روسی وزیر اعظم فیکتور تشیر نومیردین کی اس بات پر کہ چیچنیا کی خود مختاری کا دعوا محض عوام کو خوش کرنے کے لئے لگایا جاتا ہے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ تشیر نومیردین جس منصب پر فائز ہیں، اس منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے ان کا فرض تو یہی بنتا ہے کہ وہ ایسی ہی بات کہیں لیکن میں یہ صاف کہنا چاہتا ہوں کہ تشیر نومیردین کے اختیارات اب چیچنیا میں نہیں چل سکیں گے کیونکہ چیچنیا اب آزاد ملک ہے، ایک چیچنیائی ترجمان نے روسی وزیر خارجہ کے اس بیان پر کہ جو بھی چیچنیا کو تسلیم کرے گا اس کے ساتھ سخت موقف اختیار کیا جائے گا، سخت تنقید کی، اور کہا ہے کہ پریماکوف کا یہ بیان خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ چیچنیا اب روس کا جزو نہیں رہ گیا ہے۔

اسلامیات کے مطالعہ کیلئے شہزادہ ویلز فیلوشپ

آکسفورڈ کے اسلامی مرکز نے اعلان کیا ہے کہ برطانوی ولی عہد شہزادہ چارلس نے اسلامی تحقیقات کے لئے ایک فیلوشپ منظور کی ہے۔ ایک پریس ریلیز میں جو آکسفورڈ کے اسلامی مرکز کی طرف سے جاری کیا گیا، کہا گیا ہے کہ یہ منظوری ساری دنیا میں شاہزادہ چارلس کے لکچر کی عالمی سطح پر پذیرائی کے نتیجہ میں دی گئی، جو شاہزادہ چارلس نے ۱۹۹۳ء میں اسلام اور مغرب کے موضوع پر آکسفورڈ میں دیا تھا، اور اس کے بعد شہزادہ کو اسلامی مرکز کا پیٹرن منتخب کر لیا گیا تھا۔

اور بیان میں وضاحت کی گئی ہے کہ یہ فیلوشپ اسلامی مرکز کے مدیر سے وابستہ ہوگی، اور جس کو یہ فیلوشپ دی جائے گی وہ موڈلین کالج کا ممبر بھی ہوگا۔

مرکز کے ترجمان نے کہا ہے کہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں ایک اکیڈمک منصب شہزادہ کے نام سے منسوب ہوگا، جو مختلف تہذیبوں کی حامل قوموں کے درمیان ڈائیلوگ کی علمی اور معنوی مدد کریگا۔

بیان میں یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ آکسفورڈ کے اسلامی مرکز کی تاسیس اور آکسفورڈ یونیورسٹی سے اس کا الحاق ۱۹۸۵ء میں ہوا، اس کا مقصد علمی بحث و تحقیق کے ذریعہ اسلام اور عالم اسلام سے بہتر واقفیت پیدا کرنا ہے، اس کا مقصد علمی اجتماعات اور کانفرنسیں منعقد کرنا ہے تاکہ لوگ اسلام اور عالم اسلام سے واقفیت حاصل کر سکیں، بیان میں مزید کہا گیا کہ اکادمی فی کرسیاں

(باقی صہ ۱۳ ۔ پر)

۔ جامعۃ الفلاح (مشرقی یوپی کے ایک معروف تعلیمی ادارہ) میں منعقد سیمینار (نومبر ۱۹۹۶ء) کے لئے لکھا گیا مقالہ ۔

عصر جدید کے ہندوستان میں فقہ اور اصول فقہ پر

علمائے ہند کی خدمات

مولانا برہان الدین سنبھلی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء ۔ لکھنو

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

اما بعد!

سیمنار کے ذمہ داروں نے راقم کو "عصر جدید کے ہندوستان میں فقہ اور اصول فقہ میں علمائے ہند کی خدمات" کے موضوع پر مقالہ لکھنے کی دعوت دی ہے، یہاں سب سے پہلے "عصر جدید" کے حدود کا تعین کر لینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر قلم اٹھانا مشکل نظر آرہا ہے۔ اگر عنوان کا تعین کرنے والوں نے یہ کام کر دیا ہوتا، تو زیادہ بہتر ہوتا، راقم نے اپنا مقالہ، چودھویں صدی ہجری میں فقہ و اصول فقہ کی اہم خدمات انجام دینے والے علماء کے تذکرہ و تعارف تک محدود رکھا ہے، گویا عصر جدید" کا مصداق" چودھویں صدی" کو قرار دے لیا ہے، اگر یہ حد بندی مجوزین کے منشار کے مطابق ہے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اگر ان کے ذہنی حدود سے مختلف ہے تو معذرت خواہ ہوں! یہاں یہ بتادینا بھی بے محل نہ ہوگا کہ، علماء کے تذکرہ میں ان کے سنین وفات کی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے، مراتب علمی کو پیش نظر رکھ کر نہیں، کہ یہ مشکل کام ہے اور نازک بھی۔

شاید یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ سیمناروں کے لئے عموماً مختصر مقالے ہی لکھے جاتے اور وہی موزوں رہتے ہیں کیونکہ پیش کرنے والے کو بہت محدود وقت ملتا ہے، جس میں ظاہر ہے کہ تمام قابل ذکر علماء کی خدمات کا تفصیلی تو کیا اجمالی تذکرہ بھی ممکن نہیں، اس لئے زیر نظر مقالے میں بس کچھ علماء کی خدمات کے ذکر پر اکتفا کیا جا رہا ہے، اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مقالہ نگار کی نظر میں صرف یہی چند علماء ۔ اور ان کی خدمات ۔ قابل ذکر ہیں، اور بقیہ ناقابل اعتناء!

موضوع کا تقاضہ ہے کہ سب سے پہلے فقہ اور اصول فقہ کا ایک تعارف ۔ خواہ مختصر ہی سہی، پیش کیا جائے کیونکہ اس کے بغیر آگے بڑھنا مناسب نہ ہوگا۔

فقہ اور اصول فقہ کا مختصر تعارف

علم فقہ کی تعریف امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) نے یوں کی ہے:۔

"الفقه عبارة عن العلم والفهم فی اصل الوضع ... لکن صار بعرف العلماء عبارة عن الاحکام الشرعية الثابتة لأفعال المكلفين خاصة"

(فقہ کے لغوی معنی، علم و فہم ہیں، لیکن اہل علم کے یہاں فقہ، ان احکام شرعیہ کے لئے مستعمل ہے جو (خدا تعالیٰ کی طرف سے) ہر مکلف (عاقل و بالغ) کو کرنے یا نہ کرنے کی بابت دیئے گئے ہیں)۔

(المستصفیٰ ج ۱ طبع امیریہ بولاق)

امام غزالیؒ نے "افعال المکلفین" کی قید لگا کر فقہ کے دائرہ سے علم کلام اور تفسیر و حدیث جیسے علوم کو باہر کر کے اسے صرف ان احکام شریعت تک محدود کر دیا ہے، جن کا تعلق انسانوں کے حسی و ظاہری اعمال سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ علم فقہ میں خداوند تعالیٰ کی جانب سے انسانوں کے لئے جو احکام ۔ مثلاً فلاں کام ۔ یا چیز ۔ فرض ہے یا واجب یا حرام و مکروہ، یا مباح ۔ دیئے گئے ہیں، ان سے تفصیلی بحث ہوتی ہے۔ اس تحدید میں امام غزالیؒ منفرد نہیں ہیں، بلکہ متاخرین ۔ عام طور سے فقہ سے یہی مراد لیتے ہیں، اور چونکہ مقالہ کا موضوع یہی اصطلاحی فقہ ہے، اس لئے ہمارا محور بھی یہ ہے گا تفصیلی گفتگو سے قبل یہاں ایک اور جلیل القدر اصولی عالم کی بیان کردہ تعریف فقہ کا ذکر غالباً بے محل نہ ہوگا۔ میری مراد ماضی قریب میں گذرے شہرۂ آفاق ہندی معقولی عالم ملا محب اللہ بہاری (م ۱۱۱۹ھ) کی بیان کردہ تعریف سے ہے، جو انھوں نے "اصول فقہ" پر لکھی اپنی مشہور کتاب "مسلم الثبوت" میں بیان کی ہے:۔

"انه العلم بالأحكام الشرعية عن ادلتها التفصيلية" (مسلم الثبوت طبع مجتبائی دہلی)

(تفصیلی دلائل شرعیہ کے ساتھ احکام شرعی جاننا ہے)

اس تعریف کا حاصل یہ ہوا کہ تنہا مسائل شرعیہ کا جان لینا ہی "فقہ" نہیں ہے۔ بلکہ ہر مسئلے کے ساتھ اس کی شرعی دلیل کا جاننا بھی "فقہ" کی حقیقت میں داخل ہے۔ اس تعریف کی رو سے "مقلد محض" کا علم "فقہ" کے دائرہ سے خارج ہو جاتا ہے، نتیجۃً مقلد محض، "فقیہ" کہلانے کا مستحق نہیں رہتا کیونکہ تقلید کہتے ہیں:۔ "دوسرے کی بات جس شخص کی بنا پر بلا دلیل جانے ۔ مان لینا" جیسا کہ "ادب القاضی للماوردی (م ۴۵۰ھ)" میں ہے "فهو قبول قول بغير دليل" (ص ۲۶۹ ۔ ج ۱ طبع بغداد) اور مولانا عبد الحئی فرنگی محلی نے اپنی کتاب "ظفر الامانی" میں یہ تعریف نقل کی ہے:۔ "اتباع الغير بقول او فعل معتقداً للحقية من غير تامل فی الدليل" (ص ۳۲۹)

طبع حلب، بتحقیق شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ، بمفہوم اوپر گزر چکا ہے)۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تعریفوں کا یہ فرق کیا دو عالموں کے نظریوں کے اختلاف کی نشاندہی کرتا ہے، یا صرف تعبیر کی؟

اس کے حقیقی جواب کا علم گیارہویں صدی ہجری کے مشہور و مستند فقیہ، محمد علاؤ الدین الحصکفی (م ۱۰۸۸ھ) کی حسب ذیل عبارت سے ہوتا ہے:۔

"عند الاصولیین (الفقه) العلم بالأحکام الشرعیة الفرعیة المکتسب من أدلتها التفصیلیة۔"

وعند الفقهاء "حفظ الفروع"۔

(علمائے اصولِ فقہ کے نزدیک، تفصیلی دلائل کے ساتھ احکام شرعیہ جاننے کا نام ہے۔ اور عام علماء کے یہاں صرف مسائل شرعیہ جاننے کا)

(در مختار مع رد المحتار ص ۳۶، ج ۱، طبع دیوبند)

اس سے پتہ چلا کہ یہ دو شخصوں کا لفظی یا نظریاتی نہیں، بلکہ دو علمی حلقوں کا اصطلاحی اختلاف ہے۔ یعنی اصولی علماء کے حلقہ میں، فقہ کی یہ تعریف کی جاتی ہے جس کی ترجمانی ملا محب اللہؒ نے کی، اور عام فقہاء کے یہاں وہ مقبول ہے جو امام غزالیؒ کے حوالے سے مذکور ہوئی۔

علاوہ ازیں علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (م ۱۲۵۲ھ) نے اپنی مرجع الفتاویٰ کتاب "رد المحتار علی الدر المختار" میں ذکر کیا ہے کہ "مسائل شرعیہ (جزئیات) سے واقف کو بھی "فقیہ" کہا جا سکتا بلکہ کہا جاتا رہا ہے۔" (ص ۳۶ ج ۱)

مذکورہ بالا تعریفوں میں احکام کے ساتھ "شرعیہ" کا ذکر بھی آیا ہے۔ (ویسے بھی عام طور پر "شریعت" اور "شرعی" جیسے الفاظ زبان زد ہیں) اس بنا پر یہاں اس کی علمی وضاحت کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اصولِ فقہ کی مشہور کتاب "التوضیح" میں صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود البخاری (م ۷۴۷ھ) نے اس کی تعریف یہ کی ہے:۔

"خطاب اللّٰه تعالیٰ بما یتوقف علی الشرع"

اور اس کی تشریح کی گئی ہے:۔

"المراد بالأحکام الشرعیة ما لا یدرك لولا خطاب الشارع سواء کان الخطاب بنفس الحکم او بنظیره المقیس هو علیه"

احکام شرعیہ وہ کہلاتے ہیں جنھیں اگر شارع نہ بتائیں (خواہ اصل حکم یا اس سے ملتا جلتا کہ جس پر قیاس کیا جائے) تو وہ معلوم نہ ہو سکیں۔

(التوضیح مع التلویح ص ۱۲، ۲، المطبع الاحمدی ۱۲۶۶ھ)

اس علم کا مقصد انسانوں کے، صرف دنیاوی مصالح و منافع ہی تک محدود نہیں، بلکہ اس کے ساتھ اور سب سے بڑھ کر۔ آخرت کی فوز و فلاح ہے۔ اسی بات کو علامہ حصکفیؒ اور فقیہ ابن عابدینؒ نے اس بلیغ انداز میں بیان فرمایا ہے:۔ "غایته سعادة الدارین (ای دار الدنیا بنقل نفسه من حضیض الجهل إلی ذروة العلم وبیان ما للناس وما علیهم لقطع الخصومات ودار الآخرة بالنعم الفاخرة)"۔

(اس کا مقصد دونوں جہان (دنیا و آخرت) میں کامیابی کا حصول ہے کہ آدمی جہالت کے گڑھے سے نکل کر علم کی بلندی تک پہونچ سکے اور اسے وہ باتیں معلوم ہو جائیں جو فائدہ مند یا نقصان دہ ہیں (تاکہ فائدہ مند باتوں کو اپنا کر اور نقصان دہ چیزوں سے بچ کر آخرت میں آرام دہ زندگی گذارے) اور وہ باتیں معلوم ہوں جن سے جھگڑے ختم ہوں۔

(در مختار مع رد المحتار ص ۲۷ ج ۱)

سامعین نے محسوس کیا ہوگا کہ "ما للناس وما علیهم" کی تعبیر "دریا بکوزہ" کی مصداق ہے۔ اس کی تھوڑی سی وضاحت آٹھویں صدی ہجری کے مشہور مالکی عالم ابو اسحاق الشاطبیؒ (م ۷۹۰ھ) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "الموافقات" میں بایں الفاظ کی ہے:۔

"اتفقت الامة علی أن الشریعة وضعت للمحافظة علی الضروریات الخمس وهی الدین والنفس والنسل والمال والعقل"۔ (الموافقات ج ۱ ص ۳۱، دار المعرفة بیروت)

(پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ شریعت کا موضوع، انسانوں کی پانچ اہم ضرورتوں کی حفاظت ہے یعنی دین[۱]، جان[۲]، نسل[۳]، مال[۴] اور عقل[۵] کی)۔

واقعہ یہ ہے کہ اس سے زیادہ مختصر اور جامع طریقہ پر شریعت، بلکہ انسان کے حقیقی تقاضوں کا نقشہ پیش کرنا مشکل ہے، اس وضاحت سے فقہ، اور فقیہ کی ذمہ داریوں کی وسعت کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ اس کے اندر ہر زمانہ کی ضرورتوں اور مشکلات کا شرعی حل سمایا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ دور میں (جبکہ تقریباً دنیا بجز ایک دو مسلم ملکوں کے۔ حکومت چلانے کے لئے آسمانی شریعت سے خود کو بے نیاز سمجھتی ہے) جو کام قانون ساز ادارے، پارلیمنٹیں، اسمبلیاں اور کونسلیں۔ انجام دیتے ہیں، اسے شریعت کے مطابق زندگی گذارنے والے افراد اور حکومتوں کے لئے۔ انجام دینا فقہاء کی ذمہ داری ہے، جسے صدیوں تک وہ نباہتے رہے، چنانچہ بتوفیق خداوندی۔ ہر دور کے فقہاء اپنی ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوئے ہیں، کوئی زمانہ بلکہ معمولی سا عرصہ بھی ایسا نہیں گذرا، جس میں اس فریضہ کی ادائیگی سے علماء نے پہلوتہی کی ہو، اس مقالہ میں چودہ صدیوں کا جائزہ نہیں لیا جا رہا ہے کیونکہ اس کا پیش کرنا آسان بھی نہیں ہے اور موضوع سے غیر متعلق بھی، البتہ اس وقت صرف گذشتہ (چودھویں) صدی کے اندر ہونے والی، فقہاء کی

مساعی کا ایک مختصر، کیونکہ مفصل کا موقع نہیں، جائزہ لینا پیش نظر ہے۔ (واللہ الموفق)

۱۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ (م ۱۳۰۴ھ)

سب سے پہلے اس گرامی قدر اور عظیم المرتبہ شخصیت کے تذکرہ کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے جسے نادرۂ روزگار، عبقری، فقیہ، محدث، محقق، چاہے جو لقب دیجئے، وہ اس کی قامتِ بلند سے چھوٹا ہی نظر آئے گا، اور اس کی شخصیت ان سب سے بلند! اس کی عمر (صرف ۳۹ سال) اور تحقیقی کارناموں کے درمیان موازنہ کرکے عقل حیران رہ جاتی ہے، بس خدا کی قدرت اور اس کی وسعت و عطا پر ایمان لانے، اور یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ، وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

مولانا نے تقریباً ایک درجن مختلف موضوعات پر پورا ایک کتب خانہ تیار کر دیا۔ مزید کمال و حیرت کی بات یہ کہ کسی ایک کتاب کے بارے میں بھی یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ "محض تصنیف برائے تصنیف" کے قبیل کی ہے۔ کیونکہ ہر چھوٹی بڑی کتاب تحقیق ومطالعہ کی وسعت کی آئینہ دار، بلکہ شاہکار ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ تنہا ان کی تصانیف، کیفیت اور کمیت، دونوں اعتبار سے اپنے تمام معاصرین کی مجموعی تصانیف پر بھاری ہیں، ان کے ناموں کا استیعاب بھی آسان نہیں، چہ جائیکہ تفصیلی تعارف وجائزہ! اس لئے یہاں موصوف کی صرف فقہ کے موضوع پر تصنیفات کی وہ فہرست پیش کرنے پر اکتفا کیا جا رہا ہے، جو۔ ان کے، گویا معاصر ادیم نام۔ مشہور مؤرخ و ادیب، مولانا حکیم سید محمد عبدالحیؒ حسنیؒ نے اپنی مشہور کتاب "نزہۃ الخواطر" میں ذکر کی ہے:۔

السعایة[۱] فی کشف ما فی شرح الوقایة، (نامکمل)، عمدة[۲] الرعایة، حاشیه شرح الوقایة، التعلیق[۳] الممجد علی مؤطا الامام محمد[۴] (یہ اگرچہ حدیث کی کتاب کی شرح ہے، مگر فقہی رنگ غالب ہے) جمع[۵] الغرر فی الرد علی نثر الدرر، القول[۶] الأشرف فی الفتح عن المصحف، القول[۷] المنشور فی هلال خیر الشهور، اور اس کا حاشیہ، القول[۸] المنثور، زجر[۹] ارباب الریان عن شرب الدخان، ترویح[۱۰] الجنان بتشریح حکم شرب الدخان، الانصاف[۱۱] فی حکم الاعتکاف، الإفصاح عن حکم شهادة المرأة فی الإرضاع، تحفة[۱۲] الطلبة فی مسح الرقبة، اور اس کا حاشیہ، تحفة[۱۳] الکملة، سباحة[۱۴] الفکر فی الجهر بالذکر، احکام[۱۵] القنطرة فی احکام البسملة، غایة[۱۶] المقال فیما یتعلق بالنعال، اور اس کا حاشیہ ظفر[۱۷] الأنفال، الهسهسة[۱۸] بنقض الوضوء بالقهقهة، خیر[۱۹] الخبر باذان خیر البشر، رفع[۲۰] الستر عن کیفیة إدخال المیت وتوجیه القبر، قوت[۲۱] المغتذین بفتح المقتدین، افادة[۲۲] الخیر فی الاستیاک بسواك الغیر، التحقیق[۲۳] العجیب فی التثویب، الکلام[۲۴] الجلیل فیما یتعلق بالمندیل، تحفة[۲۵] الأخیار فی احیاء سنة سید الابرار، اور اس کا حاشیہ نخبة[۲۶] الأنظار، اقامة[۲۷] الحجة علی أن الإکثار بالتعبد لیس ببدعة، تحفة[۲۸] النبلاء فیما یتعلق بجماعة النساء، الفلك[۲۹] الدوار فیما یتعلق برؤیة الهلال بالنهار، الفلك[۳۰] المشحون فی انتفاع الراهن والمرتهن بالمرهون، الاجوبة[۳۱] الکاملة لأسئلة العشرة الکاملة، امام[۳۲] الکلام فیما یتعلق بالقراءة خلف الامام، اور اس کا حاشیہ، الفوائد[۳۳] العظام تدبیر الفلك فی حصول الجماعة بالجن والملك، نزهة[۳۴] الفکر فی سبحة الذکر، اور اس کا حاشیہ "النفحة[۳۵]"، القول[۳۶] الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم، آکام[۳۷] النفائس فی أداء الأذکار بلسان الفارس، تحفة[۳۸] الثقات فی تفاضل اللغات، (نا تمام)، ردع[۳۹] الاخوان عما احدثوه فی آخر جمعة رمضان، زجر[۴۰] الشبان والشیبة عن ارتکاب الغیبة، تبصرة[۴۱] البصائر فی معرفة الأواخر (نامکمل)، السعی[۴۲] المشکور فی رد المذهب المأثور، الکلام[۴۳] المبرور فی رد القول المنصور، الکلام[۴۴] فی رد القول المحکم، نفع[۴۵] المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل، اور "مجموعة[۴۶] الفتاویٰ" کی تین جلدیں (آخری تیسری جلد، مولانا کے والد مولانا عبد الحلیمؒ کے فقہی نوٹ ہیں، جو موصوف نے اپنے نامور فرزند کو بصورت سوال و جواب املا کرائے تھے، جیسا کہ طبع اول کے سرورق پر لکھی عبارت میں صراحت کر دی گئی ہے)

(ماخوذ از نزہۃ الخواطر ص ۲۵۳-۲۵۵ ج ۸، طبع لکھنؤ)

(نوٹ:۔ مذکورہ فہرست میں بعض کتابیں، بظاہر علم حدیث سے متعلق معلوم ہو رہی ہیں، لیکن ان میں فقہی شان ہونے کی وجہ سے یہاں ذکر کر دی گئیں)

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، یہ فہرست، فقہ کے موضوع پر لکھی۔ چھوٹی بڑی۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کی ان تصانیف کی ہے۔ جن کا تذکرہ "نزہۃ الخواطر" میں آیا ہے، بعید نہیں کہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہوں جن کا ذکر "نزہۃ الخواطر" میں نہ آسکا ہو، مزید تتبع سے ان کا پتہ چلایا جا سکتا ہے، اور یہ صرف امکان کے درجہ کی بات نہیں، بلکہ واقعہ ہے، کیونکہ اس میں مولانا کے ایک اہم علمی و فقہی کارنامہ کا ذکر نہیں آیا، جس جس نے انھیں گویا، زندہ جاوید بنا دیا ہے، میری مراد مشہور درسی کتاب "هدایة" کے حاشیہ سے ہے، جس کی وجہ سے مولانا کا نام ہر طالب علم کی زبان پر آگیا، اور گھر گھر چرچا ہوا، اس سے جتنا فیض پہونچا، شاید ہی کسی اور۔ ان کے علمی۔ کارنامہ سے پہونچا ہو، اس نے طلبہ سے زیادہ مدرسین کو فائدہ پہونچایا، بلکہ کہنے دیجئے کہ اس نے تدریس اتنی آسان کر دی کہ۔ اوسط استعداد والے ہی نہیں، معمولی صلاحیت رکھنے والے بھی اب اس میدان میں قدم رکھتے نہیں گھبراتے، ورنہ لیجئے اچھوں کو۔ ہدایہ کی تدریس کے وقت۔ دانتوں پسینہ آجاتا تھا، اس پر مولانا کے شیخ اور صاحبِ کشف و کرامت مشہور

(باقی ص ۱۰ پر)

حاجی حج کے بعد

مولانا محمد ناظم ندوی

بیت اللہ الحرام وہ مقدس مقام اور حسین ترین جگہ ہے جس کے دیدار سے نہ پلک جھپکنے پر آمادہ، نہ نظر کو سیری نہ اس کے آغوشِ رحمت سے دل ہٹنے کو تیار، وارفتگی و شوق کی تسکین کا سامان فراہم ہو جاتا ہے۔ جہاں دل کی دھلائی، قلب کی صفائی اور ذہن و دماغ کی تطہیر کے لیے وافر مقدار میں سامان موجود ہے۔ وہ تجلی گاہِ ربانی ہے، وہاں تجلیات کا نزول برسات کی طرح ہوتا ہے۔ ایمان و اسلام کے شیدائی، توحید و رسالت کے پروانے ہمہ وقت موجود رہتے ہیں، اور اس معمورۂ انوار و تجلی پر نورانی مخلوق (فرشتوں) کے پرے کے پرے تسبیح و تقدیس کے زمزموں کے ساتھ اترتے ہیں، اطراف و اکناف سے اولیائے کرام، مخلصین، متقین اور ابرار و صلحاء کا جمگھٹا رہتا ہے۔

اس ایمانی پاور ہاؤس سے نور کی کرنیں پھوٹ کر دل کی انگیٹھی کو روشن کر دیتی ہیں جس طرح ریڈیم پر شعاع پڑنے سے اس میں چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ دل جس پر غفلتوں اور نفس کی خرابیوں کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ قلوب جو گناہوں کی آلائش سے زنگ آلود ہو گئے ہیں، مقام بیت اللہ کے منور ماحول کا انعکاس جب اس حضرتِ انسان کے دل پر پڑتا ہے، اور تجلیات ربانی کی تیز ٹیوب لائٹ اس کے قلب پر تیز شعاعوں کا پرتو ڈالتی ہے تو اس کا زنگ آلود دل اور کثافت میں لپٹا سپٹا قلب طبعی طور پر منور و روشن ہو جاتا ہے۔ یہاں آکر اس کی بیٹری چارج ہو جاتی ہے پھر اس میں اعمال صالحہ کے پھول کھلتے ہیں، اقدار و افکار کی بند کلیاں چٹختی ہیں، کردار اس کا پنپتا ہے، اس کی مضمحل زندگی کو یہ ماحول تاب جاودانی عطا کر جاتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، مَنْ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ

(مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۲۲۱)

جس شخص نے اللہ کے لیے حج کیا دورانِ حج فسق، جنگ و جدل اور جماع وغیرہ نہ کیا وہ ایسا ہو کر لوٹے گا جیسے ابھی اسے اس کی ماں نے جنا ہو (دھلا دھلایا، معصوم پاک صاف) رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا اعزاز و اکرام اس طرح فرمایا۔

والحج المبرور لیس لہ جزاءٌ الا الجنۃ۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۲۱)

مقبول حج اس کا بدلہ صرف جنت ہے

حج یقیناً موہبت الٰہی اور عطیہ خداوندی ہے اور حجاج یقیناً فضا کو مسخر کر کے ہوا کے دوش پر سوار ہو کر اور سمندر کی تہوں کو چیرتے ہوئے بھی فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے جاتے ہیں، جان و مال کی قربانی دیتے ہیں۔ احرام باندھ کر اپنی وفاداری کا ثبوت پیش کرتے ہیں طواف و سعی کر کے کمال بے حسی اور کمال بے خودی کا مظاہرہ کرتے ہیں، قیام منیٰ، وقوف عرفہ، شب مزدلفہ اور جمرات کی رمی کر کے اپنے غایت تعلق، عبودیت و بندگی و کمال تسلیم و سپردگی کی تصویر پیش کرتے ہیں۔

یقیناً یہ موسم گل سے لپٹنے اور باد بہاری سے لطف اندوز ہونے کا ہے اور یہاں کی محبوبیت سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور بقعۂ نور کی حرارت سے سینوں کی انگیٹھیوں کو گرم اور اپنے مضراب کے ساز میں حقیقی زمزمہ سنجی کا سوز پیدا کر لینا چاہئے۔

لیکن کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم حج کر آئے ہیں اور ظاہری اعتبار سے تمام ارکان ادا ہو گئے ہیں۔ احرام بھی باندھا ہے منیٰ میں قیام بھی کیا ہے، شب مزدلفہ میں حقیقی مالک کے آگے ہاتھ بھی پھیلائے ہیں عرفات میں کشکول گدائی بھی دربار میں پیش کیا ہے۔ منیٰ کی قربان گاہ پر سَمِی کا نذرانہ بھی پیش کیا ہے۔ شیطان پر رمی جمار کر کے غصہ بھی اتارا ہے، طواف و سعی کر کے اپنی کمال بیخودی کا ثبوت بھی پیش کر دیا ہے۔ لیکن کیا۔ حج کی لذت سرمدی بھی عطا ہو گئی۔ اور دل کی دنیا میں انقلاب آگیا ہے۔ کیا زندگی کا دھارا بھی بدل گیا ہے، کیا طغیانی کا سمندر اور معاصی کا طلاطم بھی سینے میں تھم گیا ہے؟ کیا نقش دوئی مٹانے پر بھی ضمیر مطمئن ہو گیا ہے، کیا غیروں کے طریقوں کو چھوڑ دینے اور دوسروں کے

تمدنہائے زندگی سے مرعوبیت اور کہتری کے احساس نے اپنے نشیمن کو پھونک دیا ہے کیا باطل ازموں اور طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما ہونے کا جذبہ کروٹیں لینے لگا ہے، کیا ابھی بھی دوسرے کا مال ہڑپ کرنے حقوق غصب کرنے کسی کو زک پہنچانے اور کسی مضطرب و بے چین کو دیکھ کر مسکرانے کی عادت باقی ہے۔ اگر برائیوں کی طرف اب بھی دل راغب ہے، دنیوی طمطراق اور زندگی کے جاہ و جلال کا نقش ذہن میں موجود ہے تو ہمیں ضرورت ہے کہ اب ہم اپنی زندگی پر نظر ثانی کریں، اپنے اس مقدس سفر کے مقصد پر غور کریں۔

فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد حاجی کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ اب کعبۃ اللہ کی نسبت وابستہ ہو گئی ہے، وہ بیت عتیق کے ساتھ جڑ گیا ہے، اسے حاجی کا لقب مل گیا ہے۔ اب اس کے لیے سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ وہ اس نسبت کا احترام کرے۔ اس لقب پر آنچ نہ آنے دے۔ اپنے اخلاق و اعمال کردار کا برابر احتساب کرتا رہے اس سے کوئی ایسا عمل صادر نہ ہو جس سے لفظ حاجی کی اہانت ہوتی ہو، اس مقدس لفظ پر ضرب پڑتی ہو اور اس سے پاکیزہ کردار کو ٹھیس پہنچے حج مبرور و مقبول ہونے کی بھی یہی علامت ہے ورنہ اس کے ذریعہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف ہوگی۔ اس ایمانی و روحانی مرکز سے ہم تقوی و تقدس، پاکیزہ زندگی، امانت و دیانت اور صبر و شکر کا درس لیں۔ یہاں کے ذرہ ذرہ اور چپہ چپہ پر جو ابراہیمی نقوش، ہاجرہ کی اطاعت و تابعداری اور اسماعیلؑ کے تسلیم و انقیاد کا درس ہے۔ اس دیار میں جو عشق و شیفتگی اور الفت و محبت کا عنصر غالب ہے اسے ہر حاجی لے کر لوٹے۔ یہی سب سے عظیم وہاں کی سوغات ہے، حج کو مقصد تجارت، تفریح اور دیگر ذرائع کے لیے استعمال کرنا یہ دیار حرم کی توہین ہے۔

بقیہ: مطالعہ کی میز پر

کی آراء میں کافی انتشار رہا جس کی وجہ سے کسی نتیجہ پر پہونچنے اور عامۃ المسلمین کو کسی ایک رائے پر عمل کرنے میں کافی الجھن اور دشواری رہی، مولانا عبید اللہ اسعدی کی اس کتاب نے، واقعہ یہ ہے کہ اس الجھن اور دشواری کو کافی حد تک کم کر دیا ہے۔

فاضل مصنف نے اس کتاب میں جو اصلاً فقہ اکیڈمی کے سمینار کا ایک مبسوط مقالہ ہے موضوع کا پورا احاطہ کر لیا ہے۔ کتاب پڑھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ اس موضوع پر قدیم و جدید تقریباً تمام ماخذوں کو کھنگال ڈالا ہے فقہاء، اور ارباب افتاء اور اپنے اکابرین کے اقوال کا بھرپور جائزہ لیا ہے اور اس جائزہ میں کسی جذبہ سے مغلوب ہوئے بغیر دینی فقہی بصیرت اور علمی دیانت کا بھرپور ثبوت دیا ہے فقہی عبارتوں کے صحیح محل اور صحیح مفہوم کی تعین میں مطالعہ کی وسعت کے ساتھ ذہانت اور فقہی گہرائی کا کافی ثبوت دیا ہے۔

کتاب میں بعض نظریات اور اقوال کی زبردست تردید کی ہے۔ لیکن اسلوب سنجیدہ اور عالمانہ اختیار کیا ہے، ۔ یہ کتاب فقہ و افتاء کے میدان میں قدم رکھنے والے فضلاء اور اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے علماء کے لیے بھی بے حد مفید ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مصنف کی دیگر تصنیفات کی طرح یہ تصنیف بھی ایک وزن رکھتی ہے جس کے لیے وہ داد و تحسین کے مستحق ہیں۔ توقع ہے کہ یہ کتاب بھی مصنف کی دیگر کتابوں کی طرح مقبول عوام و خواص ہوگی۔

ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

بمبئی کے قارئینِ "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدارنے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003.
Tele. : Add Cupkette Tel. : 3762220/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجئے۔

جامعہ اسلامیہ قلندرپور مظفرپور اعظم گڑھ میں روح پرور جلسہ

شمس الحق ندوی

جناب مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب مظاہری ندوی استاذ حدیث جامعۃ العین اور بہت سی کتابوں کے مصنف، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ سے عقیدت و محبت اور تعلق رکھنے والے نے چند سال قبل حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے اپنے گاؤں میں جامعہ اسلامیہ کی داغ بیل ڈالی تھی، اہل اللہ سے تعلق اور ان کی دعاؤں کی برکت سے جامعہ نے تھوڑے ہی عرصہ میں غیر معمولی ترقی کی اس کے کئی بڑے بڑے، اہم جلسے ہوئے جس میں بہت سے اکابر زمانہ نے شرکت کی۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کی تشریف آوری کے مولانا تقی الدین صاحب برابر خواہشمند رہتے ہیں اور انکی عدم موجودگی میں اساتذہ کو تاکید ہوتی ہے کہ حضرت جب کہیں قرب و جوار میں تشریف لائیں تو مدرسہ میں آنے کی ضرور زحمت دینے کی کوشش کرو۔ حضرت بھی اپنے مشفقانہ و مربیانہ مزاج کے مطابق زحمت ضرور فرماتے ہیں۔

اس سال بھی بانی جامعہ مولانا تقی الدین صاحب نے ایک بڑا جلسہ کیا اور قرب و جوار کے مسلمانوں کو علماء و مشائخ سے حصول فیض کا سنہرا موقع فراہم کیا۔

حضرت مولانا مدظلہ، اس وقت بنگلور میں تھے شدید تکان اور ضعف پیری کے باوجود مولانا تقی الدین صاحب کی عقیدت و محبت نے حضرت مولانا کو بنگلور سے براہ راست جامعہ بلا لیا۔ ۴۰ مارچ ۱۹۹۷ء کو یہ یادگار جلسہ جامعہ ہی کے احاطہ میں منعقد ہوا۔

اس جلسہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ مولانا نے وقت کے سبھی بزرگوں کو ان کے فیوض و برکات سے فیضیاب ہونے کے لیے جمع کر لیا تھا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، مہتمم صاحب دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع صاحب، مفتی دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا محمد ظہور صاحب، مولانا واضح رشید ندوی صاحب، اور دیگر کئی اساتذہ دارالعلوم کے علاوہ مولانا قاری صدیق صاحب باندوی، مولانا شاہ ابرار الحق صاحب، مولانا محمد سالم صاحب قاسمی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رح کے فرزند ارجمند مولانا محمد طلحہ اور حضرت کے داماد جناب سلمان صاحب، حضرت مولانا محمد احمد رح کے فرزند جناب اشتیاق صاحب تابعلی بانی مدرسہ عرفانیہ الٰہ آباد سے مولانا قمر الزماں صاحب یہ سبھی وہ حضرات تھے جن کا حلقہ ارادت وسیع ہے اور ان سب حضرات کے ذریعے وعظ و ارشاد اور اصلاح کا بڑا کام انجام پا رہا ہے۔

بانی جامعہ کا ان سارے بزرگوں کو بیک وقت جمع کر لینا اور سبھی حضرات کا ان کے مراتب کے اعتبار سے خیال کرنا اور راحت رسانی کا نظم کرنا بڑی قابل قدر اور مبارک بات ہے، اللہ تعالیٰ ان سبھی بزرگوں کا سایہ تا دیر قائم رکھے اور امت ان سے مستفید ہوتی رہے۔

حضرت شیخ رح کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب اپنی انتہائی کمزوری و مجبوری کے باوجود حضرت مولانا علی میاں مدظلہ، سے ملنے تشریف لائے۔

اس روح پرور موقع پر اطراف قرب و جوار کے عوام کے علاوہ اعظم گڑھ کے مختلف اداروں کے علماء و ذمہ دار حضرات بھی تشریف لائے تھے، جن میں مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب دارالمصنفین اعظم گڑھ اور مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی بانی جامعۃ الرشاد سے راقم سطور کو واقفیت تھی، دیگر علمائے کرام بھی تشریف لائے تھے، علماء و بزرگوں کے بیانات مختلف اوقات میں ہوتے لیکن جلسۂ عام جس میں عوام کی بہت بڑی تعداد شریک تھی عشاء کی نماز کے بعد شروع ہوا۔ جس کو حسب ترتیب مولانا قاری صدیق صاحب، مولانا سید محمد رابع صاحب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا محمد قمر الزماں صاحب، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد سالم صاحب قاسمی نے خطاب فرمایا مولانا محمد طلحہ صاحب کی دعا پر دیر رات گئے جلسہ ختم ہوا۔

تھوڑے ہی عرصہ میں جامعہ میں شاندار مسجد کے ساتھ جو پرشکوہ عمارتوں کے صدر گیٹ پر تاج کی حیثیت رکھتی ہے بڑی بڑی عمارتیں تیار ہو گئی ہیں۔ اور ہرے بھرے کھیتوں کے درمیان جامعہ کی خوبصورت عمارتیں جنگل میں منگل کا منظر

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

علامہ حکیم سید عبدالحی رح

اساس فکر اور علمی کارنامے

جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی (علی گڑھ)

حقیقت یہ ہے کہ علامہ نے کشمیر سے لے کر راس کماری تک اور بنگال سے لے کر سندھ تک علماء کے حالات جس محنت اور جستجو سے جمع کئے ہیں وہ حیرت انگیز ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی رح کا بیان ہے کہ ہندوستان کی اس سرحد سے اس سرحد تک کوئی کتب خانہ ان سے نہیں چھٹا۔ ان کا ذوق طلب جگہ جگہ ان کو کھینچ کرلے گیا (یاد رفتگاں ص ۹۴)۔ مولانا ابوالحسنات ندوی جنھوں نے طباعت سے پہلے اس کا مطالعہ کیا تھا لکھتے ہیں:۔

"علانیہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس سے زیادہ بہتر تاریخی تحقیق و تفتیش، تلاش و جستجو اور کاوش و محنت کا نمونہ پیش نہیں کیا جا سکتا"۔

(ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں ص ۹۶)

اگر کوئی ادارہ نزہۃ الخواطر کا اردو اور انگریزی ترجمہ شائع کرنے کا بیڑا اٹھائے تو یہ بڑی علمی خدمت ہوگی اور قرون وسطیٰ کی نہ صرف تاریخ بلکہ اس کی مذہبی، ثقافتی اور ادبی تحریکیں پوری طرح روشنی میں آجائیں گی۔

اسی سلسلہ کی ایک دوسری کڑی "الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند" ہے، جو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کے راجعہ و قدولے کے ساتھ دمشق سے دوبار شائع ہوئی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا ابوالعرفان صاحب ندوی رح نے "اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں" کے عنوان سے کیا ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی علمی، ثقافتی اور ادبی سرگرمیوں کو جس طرح عنوانات کے ماتحت جمع کیا گیا ہے وہ تاریخ کے طالب علموں کے لئے انتہائی مفید رہبر ہے۔ اس کے چار باب میں تاریخ تمدن کا عطر کشید ہو کر آگیا ہے۔ اس میں تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، سلوک و تصوف، علم الفرائض پر جو تصانیف ہیں ان کا ذکر ہے۔ پھر علوم عقلیہ — بحث و مناظرہ، ریاضی، منطق، طبیعیات، الٰہیات، وغیرہ۔ پر ہندوستانی علماء کی تصانیف کی نشاندہی کی گئی ہے۔ فن طب پر، انشاء و تحریر، جغرافیہ، وغیرہ علوم پر علمی کاوشوں کا پورا جائزہ ہے۔ الثقافۃ الاسلامیہ اور نزہۃ الخواطر حقیقتاً ایک دوسرے کی معاون کتابیں ہیں۔ تاریخ کے اعلیٰ ذوق اور بلند تحقیقی معیار کے بغیر ان کتابوں کا ترتیب دینا ممکن نہ تھا۔ ہندوستان میں اسلامی تہذیب اور ثقافت کا کوئی طالب علم ان کتابوں سے استفادہ کئے بغیر تحقیق کے میدان میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔

تاریخی اعتبار سے ایک اور اہم تصنیف "یاد ایام" ہے، جس میں گجرات کی سیاسی اور تمدنی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس میں دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ تاریخ گجرات پر کام کرنے والوں کو اس کتاب نے تحقیق کی راہ دکھائی ہے اور کتنے ہی تاریک گوشوں کو روشن کر دیا ہے۔

نواب صدر یار جنگ نواب حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے جب یہ رسالہ پڑھا تو ان پر جو کیفیت طاری ہوئی اس کا ذکر اس طرح ایک خط میں کرتے ہیں۔

"میرے سرور و مباہات کی عجیب کیفیت تھی، پڑھتا تھا اور فخر و خوشی کی موجیں دل میں اٹھتی تھیں اور بار بار رسالہ کو آنکھوں سے لگاتا اور چومتا تھا۔ اگر آپ سامنے ہوتے تو یقین ہے کہ آپ کے ہاتھ چومتا، قدم چومتا۔ اللہ اکبر"۔

بقول نواب صاحب اس کتاب کو پڑھ کر رزم و بزم کا فانوس آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے اس طرز پر اگر اور علاقوں کی تاریخیں مدون کی جائیں تو قرون وسطیٰ کی سیاسی اور تہذیبی زندگی پوری طرح روشنی میں آجائے۔

فروری سنہ ۱۹۰۹ء کے الندوہ میں مولانا حکیم سید عبدالحی رح کا مضمون "ہندوستان کا نظام تعلیم" شائع ہوا تھا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی درسگاہوں کے نصاب تعلیم کی پوری تفصیل اور مختلف ادوار کی خصوصیات اس میں پورے طور پر آگئی ہیں۔ پچھلے دنوں میں مسلمانوں کے نظام تعلیم سے متعلق جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی "ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت" ہو یا ایس ایم جعفر کی EDUCATION IN MUSLIM INDIA ہو، یا صوفی کی AL-MINHAG سب نے اس مقالہ سے روشنی حاصل کی ہے مولانا ابوالحسنات ندوی نے ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہوں میں اس سے پورا فائدہ اٹھایا ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ معارف العوارف اور جنۃ المشرق میں بیش بہا تاریخی معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔ اکابر خاندان کے حالات میں تذکرۃ الابرار اور مشاہیر عہد سے ملاقات کے سلسلہ میں ارمغان احباب

تاریخی تجسس کی آئینہ دار ہیں۔

ارمغان احباب میں انھوں نے دہلی اور نواح دہلی میں اپنے سفر کی تفصیل لکھی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جس شہر سے گزرتے تھے تاریخی یادوں کے چراغ ذہن میں جگمگا اٹھتے تھے۔ انھوں نے سید احمد شہیدؒ کے قافلوں کے نقش پا بھی دریافت کرنے تھے۔ انھوں نے یہ محسوس کیا کہ جس راہ سے ان کے قافلے گزرے تھے وہاں اب بھی اتباع سنت کے جذبات کارفرما نظر آتے ہیں۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ ان کو داستان کہن کی بولتی زبان کہتے تھے (یاد رفتگاں ص ۴۸)۔ ارمغان احباب پڑھ کر بے اختیار یہ رائے سامنے آجاتی ہے۔ وہ مشاہیر علما میں مولانا نذیر حسین محدث دہلویؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے والد مولانا ذوالفقار علیؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا احمد حسن امروہویؒ کی خدمت میں پہونچے تھے اور تاریخ کے ایک دور کی یاد تازہ کردی تھی۔

آخر عمر میں مولانا کو یہ احساس شدت سے تھا کہ اخلاق اور سیاست مدن سے متعلق اسلامی نظریۂ حیات سے ناواقفیت بہت بڑھتی جارہی ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر طلباء کے لئے انھوں نے تلخیص الاخبار، تعلیم الاسلام، نور الایمان وغیرہ لکھے۔ اور اپنے جانشین کے لئے آئندہ کام کی راہیں متعین کردیں۔

حکیم سید عبدالحیؒ کو اردو زبان و ادب کا ذوق باپ سے ورثہ میں ملا تھا۔ مولانا حکیم فخرالدین خیالی اردو اور فارسی شاعری پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ لسانیات میں ان کی مہارت کا یہ عالم تھا کہ سنسکرت، تلنگی، کنڑی، مرہٹی، پشتو، ترکی، سندھی وغیرہ زبانوں سے اپنی واقفیت کا ذکر مہر جہاں تاب میں کیا ہے۔

مولانا حکیم سید عبدالحیؒ نے باپ کے ذوق شعر کو اور جلادی۔ گل رعنا سے بقول مولوی عبدالحق بابائے اردو ان کی وسعت نظر کا ثبوت ملتا ہے۔ (رسالہ اردو جولائی ۱۹۲۵ء) اس وقت مولانا محمد حسین آزاد کی آب حیات اس میدان میں خاص اہمیت رکھتی تھی۔

مولانا سید عبدالحیؒ خود اس کی ادبی اہمیت کے قائل تھے اور اس کو اردو انشاء پردازی کا بہترین کارنامہ سمجھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اس میں شاعرانہ تخیل، استعاروں کی دلفریبی کے ساتھ ایسی چیز ہے جس پر غزلوں کے سیکڑوں دیوان قربان کردینے کے قابل ہیں (گل رعنا ص ۴)، لیکن اس میں غلط اور نادرست روایات کو جس طرح مصنف کی جادو نگاری نے تاریخی حقیقت بنادیا تھا اس کی نشاندہی ضروری تھی۔ مولانا عبدالحیؒ نے گل رعنا میں یہ کام انجام دیا۔ علاوہ ازیں جو شعراء نظرانداز کردیئے گئے تھے، ان کے ساتھ انصاف کرنا ضروری تھا۔ تاریخی غلطیوں کی تصحیح اور واقعات کے صحیح پس منظر کی تلاش گل رعنا کی خصوصیت ہے۔ آزاد نے مرزا مظہر جان جاناںؒ، مومن وغیرہ کے تذکرہ میں بعض ایسے رجحانات داخل کردیئے تھے جن کی تصحیح ضروری تھی۔ شعر و ادب کا ذوق اس خاندان کی ہمیشہ خصوصیت رہی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے اپنی اس خاندانی روایت کو جس طرح زندہ رکھا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ ان کا اشعار کا ذخیرہ اور اقبال وغیرہ کے کلام کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ ایک واقعہ بھلایا نہیں جاسکتا۔ مولانا شبلیؒ کے مزار پر کتبے کی گفتگو تھی۔ مولانا علی میاں کے سامنے ذکر آیا تو فرمایا اس میں سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔ مولانا شبلی کے یہ شعر لکھوادو۔

عجم کی مدح کی عباسیوں کی داستاں لکھی
مجھے چندے مقیم آستانِ غیر ہونا تھا

مگر اب لکھ رہا ہوں سیرتِ پیغمبرؐ خاتم
خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

معاصرین کی نظر میں علامہ سید عبدالحیؒ کے تبحر علمی اور سیرت کی دلنوازی کی جو قدر و منزلت تھی اس کا اندازہ مولانا شبلیؒ، مولانا تھانویؒ، نواب صدر یار جنگ، مولانا آزاد وغیرہ کے بیانات سے لگایا جاسکتا ہے۔ مولانا شبلیؒ ایک خط میں ان کو لکھتے ہیں۔

"آپ کے علوّ نسب، مذہبی زندگی، ایثار نفس، محاسن اخلاق کا میرے اوپر جو اثر ہے اس کے لحاظ سے میں اپنے آپ کو آپ کا خادم سمجھتا ہوں۔" (حیات عبدالحیؒ ص ۱۸۸)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ڈاکٹر سید عبدالعلیؒ کو لکھا تھا:

"نامہ محبت شمامہ نے مولانا مرحوم یعنی جناب کے والد صاحب کے بچپن کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کردیا۔ ان کی یاد سے جتنی بے چینی ہوئی تھی آپ کے بدل ہونے سے اس بے چینی کو چین سے بدل دیا۔"

مولانا ابوالکلام آزاد کا بیان ہے کہ ایسے زمانہ میں جب قوم فرض اور ضمیر کے معانی سے بیگانہ محض ہورہی تھی، ان کی خدمت گزاری ندوہ کی تاریخ میں ایک مثال ہے (الندوہ اپریل ۱۹۱۰ء) انھوں نے ندوہ کی شب و روز خدمت کی اور کوئی معاوضہ کبھی قبول نہیں کیا۔ ان کے والد مہر جہاں تاب میں ان کے متعلق لکھتے ہیں۔

"حسابات جمع و خرچ ندوہ بفضل اللہ تعالیٰ ہمہ بدست خود کردہ ہیچ حرفے بروئے گرفت نیست (ص ۵۰)"

اس مشقت اور احساس ذمہ داری کی کوئی انتہا ہے کہ ۱۸۹۹ء میں اجلاس ششم ندوۃ العلماء کی جو روداد تیار کی اس میں کتب خانہ کی مکمل فہرست شامل کی جو ۶۲ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور خود انھوں نے

بنائی تھی۔ ندوہ کی جو املاک، اس کی ہر ہر چیز کا حساب جس کو وہ قومی امانت سمجھتے تھے، انھوں نے پیش کیا۔ اس جلسہ میں "فرزانۂ یگانہ عبدالحیؒ دانا" کو خراج عقیدت پیش کیا گیا تھا۔ روداد میں سرفہرست شیخ المشائخ مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کا نام بہ حیثیت سرپرست" درج ہے (ص ۹۳)

۱۸۹۹ء میں جب مولانا سید عبدالحیؒ ندوہ کے ایک وفد کو لے کر امروہہ گئے تو نواب وقارالملک ان کے خلوص و ایثار اور محنت سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ اور وفد کا پرجوش خیرمقدم کیا تھا۔

سرسید اس دور کی عظیم شخصیت تھے جن کا حلقہ اثر و رسوخ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کا خاندان سید احمد شہیدؒ سے خصوصی تعلق رکھتا تھا۔ خود ان کی والدہ سید احمد شہیدؒ سے بیعت تھیں۔ آثار الصنادید میں انھوں نے جس طرح سید احمد شہیدؒ کا ذکر کیا ہے اس سے ان کی گہری عقیدت اور بے پناہ تعلق کا اندازہ ہوتا ہے۔ حالیؔ نے حیات جاوید (ص ۳۰۴) میں لکھا ہے کہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے خیالات اور تصانیف نے سرسید کے خیالات پر اثر ڈالا تھا۔ سرسید کے بیٹے سید محمود رائے بریلی کے ڈسٹرکٹ جج رہے تھے۔ وہاں انھوں نے انجمن اسلامیہ کی بنیاد ڈالی جس نے ایک مدرسہ اسلامیہ بھی قائم کیا۔ سرسید رائے بریلی تشریف لائے تو اس مدرسہ میں بھی گئے اور کچھ بچوں کا امتحان بھی لیا۔ ان بچوں میں مولانا سید عبدالحیؒ بھی شامل تھے۔ بایں ہمہ تعلق مولانا سید عبدالحیؒ نے سرسید کے بعض خیالات کی تردید میں پورے اعتماد سے کام لیا۔ اور ایک مفصل خط اس سلسلہ میں سرسید کو لکھا۔ اس کی زبان اور انداز بیان باوجود اختلاف عقائد ان کی شرافت نفس کی ترجمان ہے۔ سرسید کے بعض مذہبی افکار سے ان کے بعض قریبی دوست اور ساتھی بھی متفق نہیں تھے۔ اس خط کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہئے۔

علامہ مولانا سید عبدالحیؒ کی اساس فکر اور علمی کارناموں کا مطالعہ ہندوستان میں اسلامی علوم و فنون کے وسیع و عریض تاریخی میدان میں لے جاتا ہے اور پردۂ ذہن پر تصویروں کا ہجوم ہونے لگتا ہے ؎

از خیال تو بہر سو کہ نظر می کردم
پیش چشم در و دیوار مصور می شد

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی سرگرمیاں ان کے خوابوں کی تعبیر اور ان کے کاموں کی تکمیل ہیں۔

تو نخل خوش ثمر کیستی کہ باغ و چمن
ہمہ ز خویش بریدند و در تو پیوستند

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبویؐ، دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کیلئے شائع کیجاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں انکو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں

دل کی گہرائیوں میں اُتر جانے والا

مٹھاس کی دنیا میں ایک ہی نام

طہورا سوئیٹس

جہاں کی مٹھائیاں ہر دل کو بھارہی ہیں

اسپیشل مٹھائیاں

• افلاطون • نان خطائیاں • ڈرائی فروٹ برفی
• انجیر برفی • اخروٹ برفی • ملائی برفی
• ملائی مینگو • پاناپل حلوہ • دودھی حلوہ
• گلاب جامن نیز قسم قسم کے لڈو اور مختلف قسم کی مٹھائیاں۔

۳۵/۲۲۵، بلاسس روڈ، ناگپاڑہ جنکشن، بمبئی ۸
فون نمبر:- ۳۰۸۴۷۷۳-۳۰۹۱۳۱۸

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔ ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔

فون: ۲۲۴۴۵

محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی

آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

سوال وجواب

محمد طارق ندوی

س:- زید التحیات پڑھتے پڑھتے کبھی بھول جاتا ہے لہٰذا التحیات کو دہراتا ہے تو کیا اس دہرانے کی وجہ سے سجدہ سہو لازم آئے گا؟

ج:- دریافت کردہ صورت میں التحیات کے دہرانے سے سجدہ سہو لازم نہیں آئے گا۔

س:- کیا عورتیں پیر میں بچھیا مانگ میں سیندور لگا سکتی ہے؟

ج:- پیر میں بچھیا یا مانگ میں سیندور لگانا غیر شرعی ہندوانہ زیب وزینت ہے لہٰذا مسلم خواتین کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے اس میں غیروں سے تشبیہ ہے اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار انہیں میں ہوگا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم۔ جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ ان ہی میں سے ہے۔

س:- ایک غیر مسلم کلمہ ٹھیک پڑھ کر یاد کرلے اور کلمہ پڑھانے والا یہ کہتا ہے کہ میں نے پڑھایا اور ٹھیک یاد کرایا ہے، تین دن بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ تو کیا اس کو ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

ج:- دریافت کردہ صورت میں اگر غیر مسلم کلمہ پڑھ کر ایمان لے آیا تھا تو ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں، فقط کلمہ اچھی طرح یاد کرلینا کافی نہیں ہے بلکہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا ضروری ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ "مامن احد یشھد أن لا إلٰہ إلا اللہ وأن محمداً رسول اللہ صدقا من قلبہ إلا حرمہ اللہ علی النار۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بھی شخص جب کہ دل سے یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر آگ کو حرام کردیتے ہیں۔

س:- ہمارے کئی بچے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اب مزید بچے نہ ہوں ایسی صورت میں اپنا یا بیوی کا آپریشن کروانا شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟

ج:- بسا اوقات یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ کثرت اولاد سے گھبراتے ہیں حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت اولاد کی ترغیب دی ہے اور ارشاد فرمایا ہے۔

تزوجوا الولود الودود فانی اباھی بکم الامم (مشکوٰۃ شریف صـ ۲۶۷ جلد دوم)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ضبط تولید کے لیے ایسی تدابیر کا اختیار کرنا جس سے دائمی طور پر قطع نسل ہوجائے حرام ہے۔ مثلاً آپریشن، نسبندی وغیرہ اور نہ ایسی دواؤں کا استعمال جائز ہے جو تولیدی صلاحیت کو بالکل ختم کردیں۔

س:- نماز جمعہ کے بعد کتنی رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں؟

ج:- دریافت کردہ صورت میں بعد نماز جمعہ پڑھی جانے والی سنتوں میں چار رکعت مؤکدہ ہیں بقیہ دو رکعت میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

س:- اگر صرف دو شخص ہوں تو مقتدی کو امام کے داہنی طرف کھڑا ہونا چاہئے لیکن اگر کوئی مقتدی کو بائیں طرف کھڑا کرے یا پیچھے کھڑا کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

ج:- نماز تو ہو جائے گی مگر خلاف سنت ہونے کی وجہ سے خطاکار ہوگا۔

س:- ایک زمین غصب کی ہوئی ہے اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟

ج:- غصب کی ہوئی زمین میں نماز ہوجاتی ہے مگر جانتے ہوتے۔ اس جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

س:- کیا عیدین کے بعد معانقہ کرسکتے ہیں؟

ج:- مصافحہ اور معانقہ اول ملاقات پر ہوتا ہے اس کا ثبوت احادیث میں موجود ہے لیکن عیدین کے بعد معانقہ بدعت ہے اس کا ثبوت شریعت میں موجود نہیں ہے اور یہ بعید از عقل بات بھی ہے کہ لوگ پہلے سے مل چکے ہوتے ہیں پھر نماز کے بعد از سر نو معانقہ کرتے ہیں۔

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

نام کتاب:- دیار شوق کے مشاہدات وتاثرات
مصنف:- محمد شبیر صاحب ندوی
صفحات:- ۱۵۲ - کاغذ:- سفید چکنا کمپیوٹر کمپوزنگ - جلد:- مضبوط اور خوشنما طباعت
قیمت:- پچاس روپئے۔
ملنے کا پتہ:- مجلس علمی ۲۲۱ ذاکر باغ نئی دہلی ۲۵

مجلس علمی دہلی کی شائع کردہ یہ کتاب ہمارے ایک بزرگ ندوی، مولانا محمد شبیر صاحب کے متعدد مقالات کا مجموعہ ہے۔ موصوف نے تعلیم ندوہ میں حاصل کی اور زندگی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں بسر کی اور ریٹائرمنٹ کے بعد جامعہ ہی کے جوار میں اپنا مکان بناکر مقیم ہیں یا یوں کہئے کہ عمر کے لحاظ سے گوشہ نشین ہیں، ندوی اور جامعی ثقافت کے مشترکہ نمائندہ ہیں، اس مجموعہ مقالات میں سیرت نبویؐ پر ایک فاضلانہ مقالہ ہے جس کی زبان بھی شستہ ہے اور معلومات بھی گرانمایہ ہیں، اس میں دکھایا ہے کہ اسلام سے پہلے انسان کس درجہ بے قیمت اور ظلم وستم کا ہدف تھا اور اسلام نے انسان کو جو عزت دی ہے وہ کسی اور مذہب کے بس کی بات نہیں تھی، اس مجموعہ میں چند وفیات میں یعنی تعزیتی مقالات، سب قابل اہمیت ہیں کیونکہ سب دل سے لکھے گئے ہیں کسی کو خوش کرنے یا کسی کی خاطر نہیں لکھے گئے ہیں، یہ سب مصنف کے اخلاص اور دردمند طبیعت کے احساسات ہیں، ان کے علاوہ بعض مقالات میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کی اندرونی سیاست اور کچھ ایسے واقعات بھی ہیں جن میں بعض اشخاص کے متعلق حسن ظن کی گنجائش کم نظر آتی ہے، مگر زبان مہذب اور اسلوب سنجیدہ ہے، اور کہانی دل دردمند کی بیان کردہ ہے۔

تعزیتی مقالات میں ایک وہ ہے جو استاذ الاساتذہ مولانا عبدالسلام قدوائی رحمۃ اللہ علیہ سابق معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء کی وفات پر مصنف نے تحریر فرمایا ہے، وہ بہت دلنشین اور مؤثر ہے، اور مولانا قدوائیؒ کی زندگی کے اہم گوشوں کو اجاگر کرتا ہے، اسی طرح ڈاکٹر ذاکر حسین خانصاحب شیخ الجامعہ کی وفات پر لکھا ہوا مقالہ معلومات سے پُر ہے اور اخلاص ومحبت کی خوشبوؤں سے معطر ہے۔

کتاب پر مقدمہ مصنف کے ہم درس اور دیرینہ صدیق صمیم مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی مدظلہ کے قلم سے ہے، یہ مقدمہ مبالغہ سے پاک اور حقیقت پسندی کا مظہر ہے، لیکن طباعت کی غلطی سے ایک دو مقام پر جملے الجھ گئے ہیں۔

کتاب کا نام "دیار شوق کے مشاہدات وتاثرات" ایسا ہے جو عام طور پر حج وزیارت کے سفرناموں کا ہوا کرتا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے مکہ ومدینہ ہی دیار شوق ہے، مگر کتاب کھولنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ دیار شوق سے مصنف کا مقصد جامعہ ملیہ دکھلانا دلی ہے۔

کتاب دیدہ زیب اور پراز معلومات ہے صفحہ اول اور آخری صفحہ پر جامعہ سے متعلق تصویریں ہیں امید ہے کہ جامعہ ملیہ کے حلقہ میں یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی۔ اور عام لوگ بھی معلومات کے لئے اس کو مفید پائیں گے۔

(ش۔ ح۔ ن)

نام کتاب۔ "غیر مسلم ممالک میں عشر وخراج اور اراضی ہند کی شرعی حیثیت
ملنے کا پتہ:- ۱۔ مکتبہ رحمانیہ ہتورا۔ باندہ (یوپی)
۲۔ مکتبہ ندویہ۔ پوسٹ بکس ۹۳ ندوہ لکھنؤ
۳۔ مکتبہ حراء لکھنؤ۔

زیر تبصرہ کتاب مشہور مصنف، مولانا عبیداللہ الاسعدی صاحب کی ہے جو تقریباً ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔

اہل علم کو معلوم ہے کہ غیر مسلم ممالک خصوصاً ہندوستان کی اراضی اور ان کی شرعی حیثیت کی تعیین کا مسئلہ نہایت ہی پیچیدہ مسئلہ ہے، ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے بعد اس ملک کی شرعی حیثیت اور یہاں کی اراضی کی تعیین اور ان کے عشر وخراج کا مسئلہ علماء اور ارباب افتاء کے لیے کافی الجھن کا باعث بنا رہا۔ ہندوپاک کے علماء اور اصحاب افتاء نے اپنے اپنے دور میں اس مسئلہ کی شرعی پوزیشن واضح کرنے اور اس کا حل پیش کرنے میں کافی کوششیں کیں جن کے نتیجہ میں بہت سی مفید تحریریں اور قابل قدر تحقیقات سامنے آئیں بالخصوص مولانا عبدالصمد رحمانیؒ کی کتاب العشر والخراج اس موضوع پر سب سے زیادہ قابل اعتماد اور لائق اعتناء کتاب آئی۔ تاہم علماء اور اصحاب افتاء

باقی صـ ۲۱ پر

بقیہ:۔ درسِ حدیث

کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: جس شخص کی نماز اس کو بے حیائی کی باتوں سے نہ روکے اس کی نماز ہی نہیں، ضحاکؒ ابن مسعودؓ سے اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپؐ نے فرمایا: جس شخص نے نماز کے تقاضہ کو نہ پورا کیا اس کی نماز ہی نہیں، نماز کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ بیحیائی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکے (اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ) کی تشریح میں ابو العالیہ کہتے ہیں کہ نماز کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں، اخلاص، خشیت، اور اللہ کا ذکر، اخلاص نیکی کا حکم دیتا ہے، خشیت بری باتوں سے روکتی ہے، اور اللہ کا ذکر قرآن ہے جو نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔ ابن عون انصاری فرماتے ہیں کہ جب تم نماز میں ہوتے ہو تو نیکی میں مصروف ہوتے ہو، اس نے تم کو بے حیائیوں اور بری باتوں سے روک رکھا ہے، اور بحالت نماز اللہ کی یاد میں مصروفیت بہت بڑی بات ہے۔

ان آیات واحادیث سے ہماری سمجھ میں یہ آیا کہ نماز کے بے حیائی اور بری باتوں سے روکنے کا راز اس میں پنہاں ہے کہ اس کو اول وقت میں ادا کیا جائے، اور اذان سنتے ہی بندۂ مومن مسجد کی طرف چل پڑے، حضرات صحابہؓ وتابعینؒ ان معانی کی حقیقت کو اچھی طرح جانتے تھے اور اس بات کے کوشاں رہتے تھے کہ ان کی تکبیر اولیٰ نہ چھوٹنے پائے، اسی کے ساتھ نماز زندگی کے بنیادی تصور کو پیش کر دیتی ہے، اسلام انسان کو عقل وفکر اور روحانیت کا پیکر قرار دیتا ہے، نماز اس کا ایک مظہر ہے، جو انسان کو اس کے خالق کی طرف نظم وانسجام کے ساتھ متوجہ کرتا ہے نماز کا رکوع وسجدہ تو جسمانی حرکت کو عملی شکل دیتا ہے، اور قرأت کے ذریعہ معنیٰ کے اندر غور وفکر اور عقل کو اس کے لئے چست ونشیط بناتا ہے، اور اس قرأت کو توجہ الی اللہ کا ذریعہ بناتا ہے تاکہ روحانی نشاط وسرور حاصل ہو، جب نماز ان آداب کے ساتھ ادا کی جائے گی تو وہ بے حیائی اور بری باتوں سے روکے گی۔ نماز بندۂ مومن کو ارکان ایمان کو عملی شکل دینے کا پابند بناتی ہے، ان ارکان میں زکوٰۃ بھی شامل ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ"

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں، اور سب کاموں کا انجام خدا کے اختیار میں ہے۔

نماز کا اس طرح قائم کرنا یعنی اس کے وقت پر ادا کرنے کی پابندی مومن کو راہ خدا میں خرچ کرنے کا عادی بناتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ"

وہ جو نماز پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔ (سورہ انفال-۳)

یہ متقیوں کی صفات ہیں، خرچ کرنا زکاۃ کا بدل نہیں بنتا بلکہ یہ حسن سلوک ونیکی کے جذبہ والا انفاق ہے جو یہ بتاتا ہے کہ نماز مومن کو ہر قسم کی نیکیوں کو عملی جامہ پہنانے اور اس کو زندگی میں جاری کرنے کا عادی بناتی ہے۔

سوال تھا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ فوری اور متصلاً جو جواب ملا وہ یہ کہ نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا یہ سب سے افضل عمل ہے، سائل نے پھر سوال کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے تب آپؐ نے فرمایا: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، سائل نے دوبارہ سوال میں (ثمَّ اَیّ) کہا تھا، ثمّ عربی زبان میں وقفہ وتراخی کے لئے آتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ جب مومن نماز کو پابندیٔ وقت کے ساتھ ادا کرنے کا شائق وعادی ہو جائے گا، اور اس کے اندر نماز کی اصل روح پیدا ہو جائے گی، تو نیک اعمال کی ترتیب میں پہلے والدین کے حقوق کو ترجیح دے گا، نماز کے بعد ہی والدین کے ساتھ اچھے سلوک کا نمبر آئے گا۔

قرآن کریم نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اللہ تعالیٰ کی عبادت وتوحید کے بعد فوراً بیان کیا ہے فرمایا (وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا)[1] اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ قرآن کریم میں ایک سے زائد مرتبہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے فوراً بعد والدین کے حقوق کا ذکر آیا ہے اور اس کے اسباب بھی ذکر کئے گئے ہیں فرمایا (حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ وَھْنًا عَلٰی وَھْنٍ وَّفِصَالُہٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ)[2] اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے) اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے (اپنے نیز) اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ۔ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک وہ سب سے بڑا امتیاز وخصوصیت ہے جس میں ہمارا دین اسلام

---

[1] اسراء-۲۴ [2] لقمان-۱۴

دوسرے دینوں سے بڑھا ہوا ہے، والدین کے ساتھ حسن سلوک کا سلسلہ ان کی موت کے بعد تک جاری رہتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ)[1] اے ہمارے پروردگار (حساب کتاب) کے دن مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کو مغفرت کیجیو۔

حضرت اُسید مالک بن ربیعہ ساعدیؓ سے مروی ہے کہ اسی اثنا میں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ بنو سلمہ کا ایک شخص آیا اور عرض کیا: اللہ کے رسولؐ کیا میرے والدین کے لئے نیکی کی کوئی ایسی صورت ہے جس کو میں ان کے انتقال کے بعد کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں! ان کے لئے دعا واستغفار، ان کے عہد کو پورا کرنا، اور ان رشتوں کو قائم رکھنا جو انھیں کے واسطے سے قائم ہو سکتے ہیں، ان کے دوستوں کا اکرام کرنا۔[2]

ان دونوں عملوں کے بعد یعنی وقت پر ہر نماز کی ادائیگی اور والدین کے ساتھ حسن سلوک۔ تیسرے نمبر پر جہاد کا درجہ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ومال سے جہاد کرنے کی اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑی قیمت ہے، یہ خدائی تربیت اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے نام جان ومال لگائے اور خرچ کرے، چنانچہ ایک آیت میں اس کا شوق اس طرح دلایا گیا ہے۔

"لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ"[3]

جو مسلمان (گھروں میں) بیٹھ رہتے اور لڑنے سے جی چراتے ہیں۔ اور کوئی عذر نہیں رکھتے اور وہ جو خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑتے ہیں۔ وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

قرآن کریم نے جہاد ومجاہدین کے بارے میں بہت زور دے کر بیان کیا ہے، فرمایا:

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَیُدْخِلْکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ وَمَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَھَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ"[4]

مومنو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے (وہ یہ کہ) خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، اور اگر تم سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، وہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور تم کو باغہائے جنت میں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں، اور پاکیزہ مکانات میں جو بہشت ہائے جاودانی میں (تیار ہیں) داخل کرے گا۔ یہ بڑی کامیابی ہے، اور ایک اور چیز جس کو تم بہت چاہتے ہو (یعنی تمہیں) خدا کی طرف سے مدد (نصیب ہوگی) اور فتح (عن) قریب ہوگی۔ اور مومنوں کو (اس کی) خوشخبری سنا دو۔

قرآن وحدیث میں جہاد کا بار بار ذکر آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاصلِ زندگی اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے، اور اس کی بلندی کا نشان جہاد ہے آپؐ نے فرمایا بلاشبہ جنت میں سو درجے ہیں ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک فاصلہ اتنا ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان کا فاصلہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی راہ میں مجاہدین کے لئے تیار کیا ہے[5] آپؐ نے فرمایا: (جس شخص کے پاؤں راہ خدا میں گرد آلود ہوئے اس کو اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام کر دیا ہے[6] آپ نے فرمایا ایک رات دن سرحد کی حفاظت، ایک ماہ کے روزے اور شب خیزی سے بہتر ہے اگر وہ انتقال کر گیا تو اس کے عمل کا سلسلہ اس پر جاری رہے گا (یعنی ثواب ملتا رہے گا) اس کا رزق جاری رہے گا، وہ فتنوں سے مامون رہے گا۔[7]

حدیث کا فقہی پہلو

کون سا عمل افضل ہے؟ اس مذکورہ حدیث اور دیگر احادیث کی روشنی میں علماء نے مختلف جوابات دیے ہیں کہ فلاں عمل افضل ہے، جواب کا اختلاف سوال کرنے والوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے، ہر ایک کا جواب اسی کی خواہش وضرورت کے اعتبار سے دیا گیا ہے، یا وقت کے فرق کی وجہ سے اختلاف پایا گیا ہے، کہ اس وقت کا عمل دوسرے وقت کے مقابلہ میں زیادہ افضل ہے، اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جہاد سب سے افضل عمل تھا، اس لئے کہ اسلام کے قائم وطاقت ور ہونے کا بھی ذریعہ تھا، بہت سے نصوص سے تائید ہوتی ہے کہ نماز صدقہ سے بہتر ہے اس کے باوجود پریشان حال کی حاجت روائی کے وقت صدقہ افضل ہوگا، یا یہ کہ مطلق فضیلت باعتبار وقت وتقاضہ کے مراد ہو، یا بذات خود اچھا عمل ہونا مراد ہو۔ نماز کے وقت پر ادا کرنے سے مراد اس کا اول وقت ہے جیسا کہ حاکم دارقطنی اور بیہقی نے تخریج کی ہے۔

موجودہ زمانہ میں حدیث سے کیا رہنمائی ملتی ہے

۱۔ حدیث سے کام کی اہمیت وترتیب سمجھنے کا اشارہ ملتا ہے، چنانچہ سب سے مقدم نماز، اس کے بعد والدین کے حقوق کا درجہ آتا ہے، پھر جہاد

(فقہ الاولیات) کا مطلب ہے ہر چیز کو اس کے درجہ پر رکھنا، جس کو مقدم ہونا چاہیے[۲] اس کو مؤخر نہیں کیا جائے گا۔ ایسے ہی جس کو بعد میں کرنا چاہیے اس کو پہلے نہیں کیا جائے گا، بڑے کام کو چھوٹا اور چھوٹے کو بڑا نہیں سمجھا جائے گا، یہ مفہوم دعانی موقع ومحل اور ماحول کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے فرمان (اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ)[۸] کی روشنی میں مختلف ہوں گے۔

۲۔ ترتیب کا سمجھنا عمل کے فرق و توازن کے سمجھنے پر منحصر ہے۔ بعض موقعوں پر دونوں کا لحاظ کرنا ہوگا، ترتیب میں نسب و پیشہ اور ترعی احکام سب کی رعایت ہوگی۔

۳۔ لیکن تجربہ و مشاہدہ میں یہ بات آرہی ہے کہ بہت سے مخلص مبلغین و داعی حضرات میں یہ بات نہیں پائی جاتی[۹] اس طرف توجہ ضروری ہے۔

---

[۱] ابراہیم۔ ۱۴ [۲] مختصر سنن ابی داؤد

[۳] نساء۔ ۹۵ [۴] الصف۔ ۱۰ تا ۱۳

[۵] متفق علیہ۔ [۶] بخاری [۷] السیاسۃ الشرعیۃ

دعائے مغفرت

• مولانا سید ابوبکر صدیق (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء) (ضیاء ٹیب لکھنؤ) کے ماسٹر محمد علیم صاحب (سیتاپور) کے چچا جناب محمد نصیر صاحب کا حرکت قلب بند ہوجانے سے بمبئی میں مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۹۶ء کو انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند اور خلیق وملنسار تھے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

• مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری کے چچازاد بھائی قاری عبدالحق صاحب کا ۲۵ فروری ۱۹۹۶ء کو لاجپور میں انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

کلونجی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ اس میں موت کے علاوہ ہر بیماری سے شفا ہے۔ (مشکوٰۃ، صحیح بخاری)

کھوجاتی

بصرہ کے موتیوں سا کھوجاتی سرمہ

بے مثل ولاجواب

۱۵۰ سال

قدرت کا حسین تحفہ جگمگاتی تندرست و توانائی آنکھیں جو بصرہ کے موتیوں کی طرح چمکتی ہیں اب کھوجاتی سرمہ سے آپ اپنی آنکھوں میں ایسی جگمگاہٹ اور جوانی واپس لا سکتے ہیں سچے آبدار موتیوں سے بنے کھوجاتی کے سرموں میں خالص قدرتی اجزاء نیم کا تیل عرق گلاب انمول جڑی بوٹیاں بھی شامل ہیں۔ قدیم نسخوں کو قائم و برقرار رکھتے ہوئے کھوجاتی سرمے جدید ترین پلانٹ میں تیار کیے جاتے ہیں جہاں کوالٹی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

تلسی سے بنا زرماہ ہربل بام
ہر بام تلسی سے بنا خاص طور سے سردی، زکام اور سائنس کیلئے جڑی بوٹیوں سے بنا

کلونجی سے بنا زرماہ
دل بام خاص طور سے اندرونی و بیرونی درد، آدھے سر کا درد، جوڑوں کا درد موچ، ریڑھ کی ہڈی کا درد، کمر کا درد اور جسمانی، ہر درد کیلئے مفید ہے

ZARMAH

KHOJATI

ہاشم فیضی پدمشی سرمہ والا، پولس چوکی کے سامنے پہلا منزل بازار بمبئی ۳۔ فون نمبر: ۲۰۸۳۸۱۰ – ۳۴۱۳۶۰۰ فیکس: ۳۴۳۱۷۳۶۰

(الحرمین ڈسٹری بیوٹرس) مسجد مرکز والی ڈاکٹر بی این درما روڈ امین آباد لکھنؤ، فون نمبر ۲۱۷۹۵۶۔ فیکس نمبر ۳۳۸۵۲۵۔

مختصر

عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

• سعودی عرب میں سپریم ورلڈ کونسل کا ۱۷واں اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز نے کی، اس اجلاس میں تیرہ[۱۳] قراردادیں منظور کی گئیں اور ان قراردادوں کا زیادہ تر تعلق مساجد اور اسلامی اقدار کے تحفظ سے تھا تمام مسلم ممالک سے زور دے کر اپیل کی گئی ہے کہ اپنے یہاں کے قوانین کو جلد از جلد شرعی قوانین کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔

• پاکستان میں حال ہی میں تنظیم اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی اس کا ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ ۲۱ ویں صدی میں عالم اسلام کو درپیش مسائل پر غور کرکے امت مسلمہ کو ایک لائحہ عمل وضع کرنا بتایا جائے اسی لئے اس کانفرنس کا عنوان بھی "۲۱ ویں صدی اور اسلام" دیا گیا تھا بلاشبہ تنظیم اسلامی کانفرنس کا یہ ایک جرأت مندانہ قدم تھا جب کہ امریکہ کی قیادت میں ایک نئے ورلڈ آرڈر کے قیام کی کوشش ہو رہی ہے اور عالم اسلام پر خاص طور سے دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ وہ اسلام کو بحیثیت نظام حکومت نافذ کرنے سے باز رہے اس سلسلہ میں مرحوم شاہ فیصل نے عالم اسلام کو انہی بنیادوں پر متحد کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کے بعد مرحوم جنرل ضیاء الحق نے ان کوششوں کو ایک نظریاتی جہت دی تھی، یہ اجلاس انہی کوششوں کا ایک تسلسل ہے تاہم ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ یہ سربراہان مملکت اپنے قول وعمل میں کس قدر سچے ثابت ہوتے ہیں، نیز امریکہ اگر اس اجلاس کے خلاف ردعمل ظاہر کرتا ہے تو اس کی مزاحمت کہاں تک یہ سربراہان اجلاس کرتے ہیں خدا کرے تنظیم اسلامی کانفرنس اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔

• جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن میں اسلامی تربیتی کیمپ اسلام آباد (پاکستان) کے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کی دعوت اکیڈمی کے زیر اہتمام منعقد ہوا، جس میں جنوبی افریقہ کے داعیوں اور مسلم لیڈروں نے شرکت کی یہ کیمپ ایک ماہ تک چلتا رہا اس کے پروگراموں میں اسلام کے مختلف پہلوؤں پر لکچر اور اسلام کے بارے میں غیر مسلموں کے ساتھ مذاکرات سے متعلق ایک تربیتی کورس بھی شامل تھا۔

• پاکستان کے وزیر اعظم نے اپنے ایک حالیہ اخباری بیان میں بتایا کہ انھوں نے اسلامی بینک کاری نظام رائج کرنے کے لئے معروف، تجربہ کار، قابل، ایکٹی، قانونی اسلامی اور اقتصادی ماہرین پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کرنے کا اعلان کیا ہے یہ کمیٹی قابل عمل اسلامی بینک کاری نظام وضع کرکے اس کے نفاذ کے لئے حکومت کو سفارشات پیش کرے گی اس مقصد کے لئے کمیٹی کو بین الاقوامی ماہرین سے استفادہ کرنے کا بھی اختیار ہوگا۔

• دنیا کے تمام ممالک اپنے دفاعی اخراجات میں کمی کر رہے ہیں مگر امریکہ کے دفاعی اخراجات میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ ۱۹۹۶ء میں امریکہ کے ۲سو ۲۷ بلین ڈالر کے مجموعی بجٹ کا ۳۵۱۶۸ فیصد حصہ دفاعی اخراجات پر صرف ہوا، ایک حالیہ جائزہ میں کہا گیا ہے کہ ۱۹۹۰ء میں سابق سوویت یونین کا دفاعی بجٹ ۱۲۸ بلین امریکی ڈالر تھا وہ گذشتہ برس کم ہوکر صرف ۴۸ بلین امریکی ڈالر ہوگیا اگر اس میں سابق سوویت یونین کی تمام ریاستوں کے دفاعی بجٹ کو بھی شامل کر لیا جائے پھر بھی امریکہ اور سابق سوویت یونین کی تمام ریاستوں کے مجموعی دفاعی بجٹ میں کافی فرق ہے۔

نئے پرانے دردوں، زخموں، گٹھیا، فالج، دردسر اور درد دانتوں وغیرہ کی بیماریوں کے لئے ۶۵ سالہ پرانی عجیب وغریب یونانی دوا

دل آرام تیل رجسٹرڈ ۹۸ء

تیار کردہ حکیم قاسم حسین لکھنؤ

اسٹاکسٹ:۔ ہارون جنرل اسٹور عیدگاہ، لکھنؤ۔

نوٹ:۔ جانڈس، دمہ، لکوریا، شوگر سے جلد شفایابی کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔ فون: 213629

NOTE BOOK

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز۔

حرمین

اردو کاپی

ملنے کا پتہ:۔

مکتبہ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر بی این درما روڈ امین آباد لکھنؤ۔

مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک

فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶